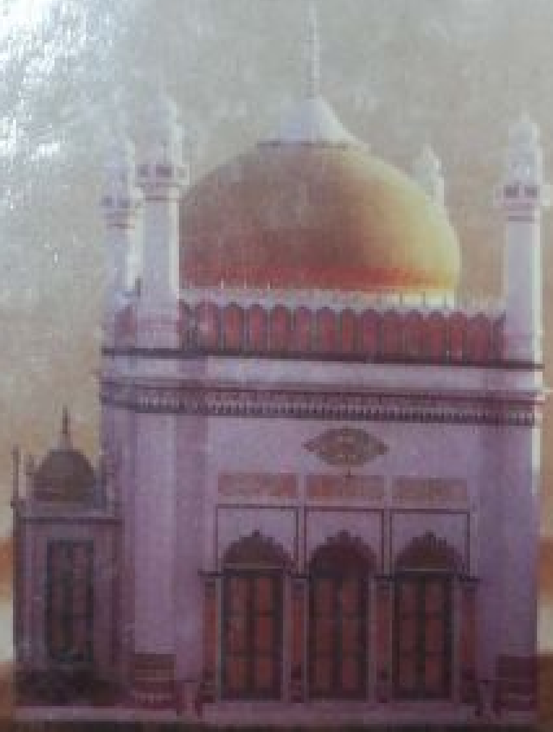
حضرت بدرالدّین

اوگھٹ شاہ وارثی

حیات اور کارنامے



ایک تحقیقی مقالہ

از

ڈاکٹر کبیرالدّین خان وارثی

جگدیش پور (بھارت)

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی

حیات اور کارنامے

تحقیقی مقالہ

ڈاکٹر کبیر الدین خان وارثی

ایم۔اے۔(اردو) ایم۔اے۔(فارسی) پی ایچ۔ڈی

جگدیش پور۔ بھارت

زیر اہتمام

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب کی

انجمن اتحاد وارثیہ (پاکستان) رجسٹرڈ،

"محفل شاہ وارث" 6A-1, B/IV ناظم آباد

کراچی 74600 (پاکستان)

نام کتاب : حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی حیات اور کارنامے
نام مصنف : ڈاکٹر کبیر الدین خاں وارثی۔
سن اشاعت : اکتوبر۔ ۱۹۹۹ء
تعداد : ایک ہزار۔
اردو کمپوزنگ : رانا عمران نیز اقبال
مطبع : فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ کراچی
قیمت : [illegible] (علاوہ محصول ڈاک / کوریئر چارجز)
ناشر : عبدالعلی وارثی، کراچی۔ (پاکستان)

ملنے کے پتے

(۱) "محفل شاہ وارث" 6A-1, B/IV ناظم آباد۔ کراچی 74600
(۲) عبدالوارث وارثی۔ 17/21-D/III ناظم آباد۔ کراچی 74600
(۳) مظہر الدین خان وارثی۔ "وارث منزل" پٹھان ٹولی، جگدیش پور، بھوجپور، بہار (انڈیا)

فہرست مضامین

(۱)

حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کی زندگی

(۲)

بعض مریدوں اور شاگردوں کا حال

احرام پوش فقراء

(۳)

ادبی و شعری خدمات

(۱) نثری تصانیف، ایک اجمالی جائزہ

(ب) مجموعہ ہائے شعری

(۴)

نمونہ کلام

غزلیات

(۵)

وارث گن پرکاش

(۶)

کلام پر تفصیلی و تنقیدی نظر

(۷)

اردو محاوروں کا استعمال

(۸)

ہندی محاوروں کا استعمال

(۹)

کلام میں صنعتوں کا استعمال

(۱۰)

شاعرانہ کلام کا ہمعصر اور پیش رو شعراء سے موازنہ

(۱۱)

ہندی شاعری اور اسلوب

(۱۲)

ہندی دوہوں کا دیگر شعرائے متقدمین سے موازنہ

انتساب

عمدۃ العارفین، قدوۃ السالکین

حضرت، حاجی، حافظ، سید وارث علی شاہ صاحب

اعظم اللہ ذکرہٗ

دیویٰ شریف۔ ضلع بارہ بنکی (یو۔ پی) بھارت

ڈاکٹر کبیر الدین خان وارثی

پیش لفظ

پیش نظر کتاب بچھرایوں ضلع مراد آباد (یو۔پی) کے ایک مشہور صوفی شاعر جناب حضرت حاجی بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی پر لکھے گئے میرے تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی۔ کا خاص حصہ ہے۔

۱۹۷۲ء میں مگدھ یونی ورسٹی، بودھ، گیا (بہار) سے ایم۔اے (اردو) اور ۱۹۸۱ء میں اسی یونی ورسٹی سے ایم۔اے (فارسی) کرنے کے بعد پی ایچ۔ڈی۔ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں میرے استاد محترم جناب ڈاکٹر سید شاہ طلحہ رضوی برق، صدر شعبہ اردو و فارسی ویر کنور سنگھ یونی ورسٹی (آرہ) بہار نے حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی پیہم حوصلہ افزائی فرمائی اور انھیں کی نگرانی میں یہ کام مکمل ہوا۔ اپریل ۱۹۸۶ء میں مگدھ یونی ورسٹی بودھ، گیا، (بہار) نے پی ایچ۔ڈی، کی ڈگری تفویض کی۔ اس مقالے کے ممتحن جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالقوی دسنوی سفیہ کالج، بھوپال (مدھیہ پردیش) جناب پروفیسر ڈاکٹر ظہیر صدیقی، صدر شعبہ اردو، دہلی یونی ورسٹی، دہلی اور جناب پروفیسر ڈاکٹر سید شاہ طلحہ رضوی برق، صدر شعبہ اردو و فارسی ویر کنور سنگھ یونی ورسٹی، آرہ (بہار) نگراں تھے، جن لوگوں نے اپنی رپورٹ میں میری محنت اور کاوش کو کافی سراہا ہے۔

میں اپنے اس تحقیقی کام کے سلسلے میں اپنے استاد محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر سید علیم اللہ حالی صدر، شعبہ اردو، مگدھ یونی ورسٹی، بودھ، گیا (بہار) کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے ہمیشہ ہی اپنے نیک مشوروں سے نوازا اور ہر ممکن تعاون دیا۔ میں جناب عبدالعلی وارثی، جنرل

Scanned with CamScanner

سکریٹری، انجمن اتحاد وارثیہ (پاکستان) رجسٹرڈ، ناظم آباد، کراچی کا شکریہ ادا کیے بغیر کیسے رہ سکتا
ہوں جنھوں نے بڑی محبت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو شائع کرانے کی پوری ذمہ داری اپنے
سر لے کر اسے منظر عام پر لا دیا۔

میرے والد مرحوم جناب حکیم فرید الدین جاؔمی وارثی، جگدیش پور، بھوجپور (بہار)
کی روح پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو جنھوں نے اپنے دوران حیات اس مقالے کو تیار کرنے میں
میری ہر طرح مدد فرمائی اور آج انھیں کی دعاؤں سے یہ کتاب منظر عام پر آگئی۔

میں نے اپنے تحقیقی مقالے کے ذریعے حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی کے مختصر
حالات زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے ادبی اور شعری کارناموں کو بعنوان "حضرت بدر الدین
اوگھٹ شاہ وارثی۔ حیات اور کارنامے" پیش کیا ہے۔

انسان خطا و النسیان سے مرکب ہے اور میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس کتاب کی
ترتیب میں مجھ سے بے اندازہ سہو اور غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ لہٰذا بڑے ادب کے ساتھ ناظرین
یا تمکین سے چشم عطا و عفو خطا کا امیدوار ہوں۔

کہ مستحق کرامت گناہگار انند

کبیر الدین خاں وارثی
۳۱؍اکتوبر ۹۷ء

"وارث منزل" پٹھان ٹولی
جگدیش پور، بھوجپور، بہار (انڈیا)

☆☆☆



Prof. S. M. Talha Rizvi Barque
Ph. D., D. Litt.
Head, P. G. Deptt. of Urdu & Persian
H. D. Jain College,
V. K. S. University, Ara, Bihar.

تقریظ

میرے پینتیس سالہ دور درس و تدریس میں چند ایسے ہونہار، لائق اور ذی صلاحیت
طلبا بھی ملے جن کے ادبی ذوق و شوق اور تحقیقی انہماک پر مجھے مسرت بھی ہے اور فخر بھی،
انھیں میں ایک عزیزی ڈاکٹر کبیر الدین خاں وارثی جگدیش پوری بھی ہیں۔

کبیر الدین خاں صاحب نے اردو و فارسی میں ایم۔ اے۔ کرنے کے بعد پی ایچ۔
ڈی۔ کرنے کے لیے مجھ سے مشورہ طلب کیا اور کوئی مناسب موضوع چاہا تو اتفاقی طور پر
میرے ذہن میں حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؔ کا نام نامی آیا۔ مجھے سلسلہ وارثیہ کے فقراء
سے ہمیشہ گہری عقیدت رہی ہے۔ یہ پاک سلسلہ بھی یقیناً مقبول بارگاہ ایزدی ہے۔

ادبی و شعری طور پر بھی رب تعالیٰ نے اس سلسلۃ الذہب کو بڑی نعمت سے نوازا
ہے۔ عشق و محبت رسول کا والہانہ جذبہ وارثی فقراء میں دیدنی ہے۔ وارثی شعراء کے یہاں نعت
گوئی کا مخصوص ساحرانہ انداز منفرد ہے۔ میں اپنے دعوے کی دلیل میں چند نام پیش کرتا ہوں
مثلاً بیدؔم شاہ وارثی، مولانا ریاضؔ خیر آبادی، بے نظیرؔ شاہ وارثی، علامہ سیمابؔ اکبر آبادی، مولانا
افقرؔ موہانی وارثی، ابراہیم بیگ شیداؔ وارثی وغیرہ اور قرن حاضر کے بیدارؔ وارثی، عزیزؔ وارثی، قیصر
وارثی، فخرؔ شاہ وارثی، حیاتؔ وارثی، مینکشؔ وارثی وغیرہ۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان کے
محاسن سے بطور خاص نوازا ہے۔ روانی، شیرینی، برجستگی، صفائی، ستھرائی اور دیگر محاسن ان کے
کلام کا خاصہ ہیں۔ شہرت و مقبولیت بھی ان کا مقسوم ٹھہری۔

ان وارثی بزرگوں میں حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؔ کی ادبی و شعری خدمات،

ان کے ترکِ دنیا، گوشہ نشینی اور فقیری کے سبب بہت دنوں تشہیر سے دور رہیں مگر وقت آیا اور یہ کام اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر کبیر الدین خاں وارثی کے لیے مختص کیا تھا۔ انھوں نے بڑی محنت، دیدہ ریزی اور عرق فشانی سے حضرت موصوف کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ رشحاتِ قلم کو یکجا کیا اور ایک مبسوط تحقیقی مقالہ لکھ کر مگدھ یونی ورسٹی، گیا (بہار) سے ڈاکٹریٹ آف فلاسفی کی گرانقدر سند حاصل کی۔ کبیر الدین خاں وارثی خود ایک قابلِ احترام، جید وارثی فقیر اور شاعر حکیم فریدالدین جامی جاتی وارثی کے فرزند ہیں۔ انھوں نے شعر فہمی اور ادبی ذوق ورثے میں پایا اور اسے ایسا فروغ دیا کہ پیشِ نظر تحقیقی مقالہ اس کا ثمرۂ نیک بن کے سامنے آیا۔

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔

میں ڈاکٹر کبیر الدین خاں وارثی کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے بڑی دل جمعی اور لگن سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

اس موضوع کا ریسرچ کمیٹی سے مخالفتوں کے باوجود پاس ہونا اور میرا یہ دعویٰ کہ یہ مقالہ چھپ کر مقبولِ عام ہوگا حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کا روحانی فیض تھا اور ان کی خاص توجہ۔ میں اس واقعے کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھتا مگر یقین کیجیے پاکستان سے اس مقالے کی اشاعت فیضانِ سلسلہ وارثیہ اور حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کی زندہ کرامت ہے۔

یہ کتاب بہر طور جامع ہے اور وارثیوں بلکہ جملہ اہلِ ذوق کے لیے ایک تحفۂ بیش بہا۔ اس کی افادیت اظہر من الشمس ہے۔ اس کے دیگر پہلوؤں پر خامہ فرسائی کر کے میں قارئینِ کرام اور کتاب کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا۔

؎ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

والسلام

فقیر دعاگو

[signature]

یکم اکتوبر ۹۷ء

☆☆☆

Alimullah Hali
M.A. Ph.D.
UNIVERSITY PROFESSOR
Post-Graduate Deptt. of Urdu



PHONE : RESI. : 2282
MAGADH UNIVERSITY
BODH GAYA
PIN : 824234

Date ....

استقبال

اچھی شاعری بنیادی طور پر محبت کی دین ہوتی ہے۔ یہ محبت خواہ کسی فردِ واحد سے ہو یا جماعت سے، گوشت پوست والے معشوق سے ہو یا خالقِ کائنات سے، اپنے نظریے سے ہو یا فلسفانہ نظر (Vision) سے۔ غرض تعلق اور محبت ہی بنیادی محور ہے اور شاعری اسی محور کے گرد رقص کرتی ہے تو اچھی لگتی ہے۔ یہ بات انہماک اور ربط سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ربط جتنا شدید اور جس قدر لطیف ہوتا ہے شعری اظہار اسی قدر دل نشیں ہوتا ہے۔

اگرچہ مذہبی اور عرفانی شاعری کو آج بھی ہمارے یہاں دوسرے درجے میں رکھ کر دیکھا جاتا ہے، حمد، نعت، منقبت اور سلام و مناجات کو ایک بڑا ادبی حلقہ وہ مقام نہیں دیتا جس کے یہ مستحق ہیں۔ ادبی تنقید کا یہ رویہ رفتہ رفتہ بدل رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ جیوں جیوں فن کے اساسی محرکات کی طرف ہماری توجہ بڑھتی جائے گی اسی طرح اس نوع کی شاعری کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا جس کا تعلق مابعد الطبیعیات، روحانیات اور عرفانیات سے ہے۔ شاعری کا اصل کام اس دنیا کے احساس تک پہنچنا ہے جو عام طور پر ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہوتی ہے۔ ایک ایسی دنیا جسے ہم محسوس تو کرتے ہیں لیکن جس کے خد و خال کی پوری تفہیم نہیں ہو سکتی۔ سرحد اور اک سے پرے روحانی افلاک کا سفر ہمیشہ ہماری بہترین کاوش رہا ہے۔

چناں چہ اللہ اور اللہ والوں سے رغبتِ خاص کے تحت جو شعری اظہار وجود میں آتا ہے اس میں ترفع اور تزکیہ کی خصوصیات فطری طور پر زیادہ ہونی چاہئیں۔ بلاشبہ اس کے لیے جذبے کی صداقت و شدت اور ارتکاز کی شرطیں لازمی ہیں۔

دیوہ شریف کے صوفی باصفا حاجی وارث علی شاہ نے محبت و اخوت کی جو خوشبو پھیلائی ہے اس سے دور دور کے لوگ بھی اپنے مشام جاں معطر کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ

جو افراد ان سے مکانی اور زمانی اعتبار سے جتنے قریب رہے ہیں وہ اسی قدر مسرور و محظوظ ہوتے رہے ہیں۔ حضرت وارثؒ کا انداز معرفت بہت سے لوگوں سے الگ تھا۔ ان کے حالات و واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نرم خوئی، بے ریائی، کشادہ قلب و نظر اور انسانی اقدار سے ان کے فطری لگاؤ کی وجہ سے ان کا دائرہ موانست بے حد وسیع تھا۔ جو ان کے پاس پہنچتا تھا ان سے محبت کرنے لگتا تھا اور خلق اللہ سے محبت کرنے کا درس حاصل کر لیتا تھا۔

حضرت وارث علی شاہؒ کے دائرہ موانست کے اہم اور نمایاں افراد میں حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کا نام اس لیے بھی روشن ہے کہ انھوں نے اپنے لطیف محسوسات و جذبات کو شعری پیکر میں محفوظ کر لیا ہے اور محبت کا وہ خزانہ جو انھوں نے حضرت وارث پاکؒ سے حاصل کیا تھا اسے حتی المقدور امانت سمجھ کر ہم سبھوں تک پہنچا دیا ہے۔

ڈاکٹر کبیر الدین خاں وارثیؒ خلف سعید حکیم فرید الدین جامی وارثی مرحوم جگدیش پور، ضلع بھوجپور، بہار (انڈیا) صاحب صلاحیت بھی ہیں اور ذوق سیم کے مالک بھی۔ ان کے دل میں حضرت وارث علی شاہ اور ان کے متبعین اولین کا روشن کیا ہوا چراغ بھی ہے۔ محبت کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے محبوب سے بھی لگاؤ محسوس کرے۔ اسی فطری لگاؤ کی وجہ سے ڈاکٹر کبیر الدین خاں نے حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کی حیات اور ان کے شعری کارناموں کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے اور ہماری یونی ورسٹی (مگدھ یونی ورسٹی، بودھ، گیا) نے اس گرانقدر اور بابرکت مقالے پر انھیں پی ایچ۔ ڈی کی سند تفویض کی ہے۔

وابستگان حضرت وارث پاک کی توجہ سے اب یہ مقالہ زیور طبع سے آراستہ ہو رہا ہے۔

اللہ والوں کے کلام پر تنقید نہیں ہو سکتی۔ محبت و عقیدت سے ڈوبی ہوئی شاعری پر کسی قیل و قال کی گنجائش نہیں۔ میرے لیے ڈاکٹر کبیر الدین خاں وارثی مصنف کتاب نے ذہنی و روحانی مسرت کا ایک سامان میسر کر دیا ہے کہ میں چند جملے لکھ کر اس کتاب میں شامل ہو رہا ہوں۔ امید ہے یہ کتاب شہرت عام اور بقائے دوام دونوں حاصل کرے گی۔ میں اس پیش کش کا استقبال کرتا ہوں۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق

[signature]
۲۹ اکتوبر/سنہ ۹۱ء

(پروفیسر علیم اللہ حالی)

☆☆☆

عرض ناشر

زیر نظر کتاب جناب کبیر الدین خاں صاحب وارثی کے تحقیقی مقالے "حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ۔ حیات اور کارنامے" جس پر مگدھ یونی ورسٹی۔ بودھ۔ گیا۔ بہار۔ ہندوستان کی جانب سے انھیں "ڈاکٹر آف فلاسفی" کی سند تفویض کی گئی، کے ان ابواب پر مشتمل ہے جن کا بلاواسطہ تعلق جناب حضرت حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ، دام فیوضہم کے حالات زندگی، سیرت اور مطبوعہ دواوین اور نثری کتب سے ہے۔

جناب ڈاکٹر کبیر الدین خاں صاحب وارثیؒ کو ڈاکٹریٹ کی سند تفویض کیے جانے کی اطلاع جناب اختر میر وارثیؒ ایڈووکیٹ۔ لاہور کی جانب سے سرکار وارث پاک کے سالانہ عرس مبارک منعقدہ ۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ (مطابق ۶/ اکتوبر ۱۹۸۶ء) کے دعوت نامے کے ہمراہ موصول ہوئی یہ ایک ایسی اطلاع تھی جسے پا کر میری ایک دیرینہ تمنا پوری ہونے کی صورت نظر آئی جس پر میں اولاً اردو ادب اور سوانح نگاری کی تکنیک سے عدم واقفیت، ثانیاً ہندو پاک میں یا بیرون بر صغیر رہائش پذیر قبلہ میاں صاحب (جناب حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ دام فیوضہم) کے دست گرفتہ اور واقف حال حضرات کے پتوں سے لاعلمی کی بناء پر رابطہ نہ کر سکنے کے باعث، کسی تحریری کام کا آغاز نہیں کر پایا تھا، چناں چہ اس خبر کے پاتے ہی محترم وکیل صاحب سے بذریعہ مراسلہ درخواست گزار ہوا کہ وہ مجھے فاضل محقق کے پتے ڈاک سے مطلع فرمائیں تاکہ میں اس مقالہ کو حاصل کر کے بہر طور جمیع وابستگان سلسلہ عالیہ وارثیہ کے استفادہ کے لیے عموماً اور دست گرفتگان قبلہ میاں صاحب کے لیے خصوصاً اس کی اشاعت کا انتظام کر سکوں مگر

میرے مراسلے کے کسی مثبت جواب کے مجھ تک پہنچنے سے قبل ہی فاضل وکیل صاحب داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہم سے جدا ہو گئے نتیجتاً میں دیگر ذرائع کی تلاش میں سرگرداں رہا اور اپنی ناقص معلومات کی بنیاد پر لوگوں کو بیرون پاکستان خطوط لکھتا رہا لیکن عرصہ بارہ سال تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی مگر میں ناامید پھر بھی نہیں ہوا تھا مجھے علم تھا کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ شاید وہ وقت پہنچنے میں ابھی کچھ دیر تھی۔ اپنے مرشد سے عشق کا دعویدار تو نہیں ہوں مگر اتنا کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ اگر میری طلب صادق نہ ہوتی تو عرصہ بارہ سال گزرنے کے بعد مجھے روشنی کی کرن دکھائی نہ دیتی۔ ہوا یوں کہ ایک روز اچانک ہی ڈاکٹر کبیر الدین خاں صاحب وارثی کی جانب سے ایک تفصیلی مراسلہ موصول ہوا اور یوں میری ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کی ابتداء ہوئی۔ جنھوں نے چند خطوط کے تبادلے کے بعد میری درخواست پر ازراہ عنایت مقالہ کے ان ابواب کی، جو زیر نظر کتاب میں شامل ہیں، فوٹو اسٹیٹ نقل، اس خیال سے، جس میں وہ یقیناً حق بجانب بھی تھے، کہ میں بعجلت اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام شروع کر کے کتابی صورت میں لے آؤں گا، ارسال فرمادی۔ مگر مجھے از حد افسوس ہے کہ باوجود ڈاکٹر صاحب کی جانب سے متعدد یاد دہانیوں کے میں ان کی توقعات کے برعکس اپنی گوناگوں ذاتی مصروفیات بشمول گذشتہ چھ ماہ کے دوران منجملہ ایک ماہ کا عرصہ بسلسلہ عارضۂ قلب دو مرتبہ ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے باعث کوئی پیش رفت نہ کر سکا نتیجتاً طباعت و اشاعت کے کام کو جو کل وقتی توجہ کا متقاضی ہے، مجبوراً وقت اور توجہ نہ دے پایا اور یوں کتاب کی رونمائی تقریباً ایک سال تاخیر کا شکار ہوئی۔

اس تحقیقی مقالے کو، مسودہ سے موجودہ کتابی شکل میں لانے کے لیے، بہت سے مراحل سے گزرنا پڑا جس کے دوران ایک کٹھن مرحلے سے مجھے خود بھی گزرنا پڑا اور وہ تھا کتابت کی تصحیح کرنے کا عمل۔ عموماً کتب، خواہ درسی ہوں یا ادبی، اگر اغلاط سے پاک نہ ہوں تو ایک عام قاری کے لیے تکلیف کا موجب ہوتی ہیں لہٰذا میری تمام تر کوششوں کا مرکز یہ تھا کہ زیر نظر کتاب بھی دیگر معیاری ادبی کتب کی طرح اغلاط سے پاک ہو تاکہ معزز قاری کو دوران مطالعہ کسی ذہنی کوفت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

چونکہ اس احتمال سے مفر نہیں کہ ہندی زبان، جس میں میری واجبی سی بھی شد بد نہیں، کے اشعار کی تصحیح میں بہت ممکن ہے کہ کہیں کوئی کوتاہی رہ گئی ہو، لہٰذا مستدعی ہوں کہ اگر معزز قاری کسی مقام پر کسی ایسی صورت حال سے دوچار ہوں تو ازراہ عنایت درگزر فرماتے

ہوئے نشاندہی ضرور فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت کے ضمن میں ابھی سے تدارک کیا جاسکے۔

از حد ناسپاس گزاری ہوگی اگر میں محترم محمد حاتم صاحب، حیرت وارثی، جگدیش پوری، جن کے لیے میرا دل تشکر آمیز جذبات سے لبریز ہے، کا تذکرہ نہ کروں جو میرے اور ڈاکٹر کبیر الدین خاں صاحب وارثی کے درمیان رابطہ کا ذریعہ بنے جس کی بدولت مجھے اس کتاب کے ناشر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ چوں کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

گو زیر نظر کتاب کی رونمائی میں قدرے تاخیر ہوئی تاہم اس کا مثبت پہلو کتاب کی خوب صورتی میں اضافہ کی صورت میں نمایاں ہے۔ بہت ممکن تھا کہ بعجلت تمام کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کی کوشش میں بعض خامیاں دور ہونے سے رہ جاتیں بلکہ شاید اس میں وہ قطعات تاریخی بھی شامل ہونے سے رہ جاتے جو جناب راغب مراد آبادی نے باوجود اپنی علالت، میری درخواست پر، رقم فرمائے جس کے لیے میں ان کا بے پایاں خلوص کے ساتھ شکر گزار ہوں۔

اس وقت میں اپنے دلی جذبات سے مغلوب ہونے کے باعث اپنی کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں۔ اور صرف اتنا ہی عرض گزار ہوں کہ

تحفہ نہیں گو لائق سرکار ہمارا
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

عبدالعلی وارثی
خلف عبدالوہاب (خورد) وارثی، دہلوی (مرحوم)
ساکن محلہ دریا گنج۔ دہلی
حال مقیم: 21/17, D - III۔ ناظم آباد۔ کراچی (پاکستان)
یوم شنبہ، ۱۶/اکتوبر ۱۹۹۹

☆☆☆

HAJI AUGHAT SHAH SAHIB'S

ANJUMAN ITTEHAD-E-WARSIA (PAKISTAN) REGD.,

"Mehfil-e-Shah-e-Waris",
5-A/1, 8/V Nazimabad,
KARACHI-18.
Dated the Sept., 1985

My dear Mir Sahib,

Assalam Alaikum,

Your invitation card for the coming annual *Urs Pak* of Sarkar Alam Panah accompanied with the photostat copy of Doctorate's degree awarded to Mr. Kabiruddin Khan, on his thesis on "Hazrat Badruddin Aughat Shah Warsi - Life and works," received at Anjuman's office, was presented before the members of the Anjuman at the meeting yesterday and all those present overwhelmingly welcomed the news and expressed their delight on this success.

Mr. Kabiruddin Khan would have been congratulated by me, on the award, on behalf of the managing committee and the members of the Anjuman and my own behalf, had I had his address with me or in Anjuman's office.

The services of Mr. Kabiruddin Khan are, indeed, commendable and it is for us, now, to make all efforts to bring out the translation of the thesis, initially, in Urdu - so that each Warsi family from amongst Mian Sahib's "Dast Girafta" (دست گرفتہ) may have one copy of the publication.

Mr. Idrees Qureshi, General Secretary of the Anjuman, has desired me to request you for providing Anjuman with a copy of the work - be it in photostat form - and assures his fullest cooperation and coordination to make the publication of the work possible.

For your information, Mr. Idrees Qureshi has recently come to Pakistan after a prolonged stay of about 6 years in Canada and the States in connection with his open heart surgery and has desired me to convey his best regards to you and your family.

The managing committee of the Anjuman, together with all its members, shares my pleasure on receiving this good news and in sending heart felt congratulations on this remarkable work through your good offices.

Tender my best regards to your wife and good wishes to other members.

Yours truly,

Sd/-
(ABDUL ALI WARSI)
Joint Secretary

Mr. Akhtar Mir Warsi,
Advocate,
'Darbar-e-Waris',
Ravi Road, LAHORE.

(۱)

حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کی زندگی

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی خود اپنی کتاب رشحات الانس میں رقمطراز ہیں۔ "میرے حالات تو در حقیقت معمولی واقعات ہیں جو ہرگز اس لائق نہیں کہ نذر ناظرین کروں، البتہ میری زندگی کا وہ حصہ جو پیشوائے برحق کے حضور میں گزرا ہے، وہ اس وجہ سے قابل ذکر ہے کہ ایسے ہادیٔ کامل کا فقیر اور ایسے زبردست رہنما کا دست گرفتہ ہوں جس کی عظمت و رفعت کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے۔ اگر اس سلسلے میں اپنی بیعت و ارادت کا اور اپنی تہبند پوشی کا ذکر کروں تو شاید زیادہ موزوں ہوگا کیوں کہ در حقیقت وہ ذکر سیدی و مولائی مرشد و آقائی سرکار عالم پناہ آیتہٗ من آیات اللہ حضرت وارث پاک کے فیضان تصرف کا ذکر ہوگا۔"

رشحات الانس صفحہ ۵،۶

آپ قصبہ بچھرایوں، ضلع مراد آباد (یوپی) کے سربر آوردہ مسلم چودھری خاندان میں حضرت شاہ شمس الدین قادری، چشتی، صابری کے یہاں ۸/ محرم الحرام ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء کو رونق افروز ہوئے۔ تاریخی نام اصغر اور آبائی نام بدر الدین تجویز ہوا۔ آپ کے والد ماجد، جناب حاجی غلام رسول صاحب قادری قدس سرہٗ گودھنا ضلع بلند شہر کے مرید تھے۔ آپ نے بارہ سال ہر طریق و مشرب کے مشاہدہ کی طلب میں سیر و سیاحت میں صرف کیے۔ سیاحت کے بعد پیر و مرشد نے رموز توحید میں بھی کامل کر دیا اور صابری سلسلہ میں پیر علی شاہ صاحب سے بھی بیعت ہونے کا حکم دیا۔ بعدہٗ اجمیر شریف پہنچ کر خانقاہ کے ایک حجرہ میں چلہ کش

ہوئے، بالکل انھیں دنوں میں قبلہ میاں صاحب اپنے مکان کی چھت سے سڑک پر گر پڑے لیکن بقول خود آپ کے "مجھ کو خوب یاد ہے کہ اس گرنے میں صاف طور پر یہ دیکھا کہ ایک زن مجذوبہ نے مجھ کو گود میں اٹھالیا۔ چنانچہ باوجود اس بلند چھت سے پختہ سڑک پر اس طرح گر کر زندہ رہنا ناممکن تھا۔ مگر پیران طریقت کے فیضان برکت سے میرے تمام اعضاء زخم اور چوٹ سے، بالکل محفوظ رہے۔ اس واقعہ کے پانچ روز بعد جناب والد ماجد اجمیر شریف سے بچھرایوں آئے اور فرمایا کہ خواجہ غریب نواز کے تصرف سے مجھ کو وہیں معلوم ہوا کہ بدر الدین کوٹھے پر سے گرا ہے اور اس وجہ سے بچھرایوں آنے کا حکم ہوا۔ لیکن مجھ کو تندرست دیکھا تو سجدہ شکر ادا کیا۔ اور ہر وقت ساتھ رکھنے لگے۔"

رشحات الانس، صفحہ ۸، ۷

ایک روز امراؤ سنگھ سب انسپکٹر پولیس اور منشی اسد خان صاحب انسپکٹر حلقہ، جو والد صاحب کے معتقدین میں تھے، آئے، والد ماجد نے ان دونوں کو بھی بعض نصیحتیں کیں اور اسی اثنا میں مجھے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "تمہارے واسطے بھی یہی مناسب ہے کہ مناکحت نہ کرنا اور ہمیشہ مجرد اور آزاد رہنا۔" میں نے شوخی سے عرض کیا کہ آپ نے کیوں شادی کی۔ فرمایا کہ ہم نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی ہے اسی طرح تم بھی اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کرو، غرض آپ کی توجہ میری تربیت کی جانب مبذول رہی اور ہر وقت فقر و تصوف کے نکات بیان فرماتے تھے۔ میرے شباب میں دفعتاً آپ کی طبیعت ناساز ہوئی بعد کو معلوم ہوا کہ یہ آخری بیماری تھی، ایک روز فرمایا اب ہم اچھے ہیں تم دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی میں جاؤ اور جناب حاجی سید وارث علی شاہ صاحب کے مرید ہو۔ حالت چونکہ روز حتغیر ہو رہی تھی اس لیے مفارقت گوارا نہ ہوئی اور اضطرار کے عالم میں یہ عرض کیا کہ جب تک آپ کو صحت کامل نہ ہو جائیگی میں آپ سے ایک دن کے لیے بھی علیحدہ نہ ہوں گا۔

پھر آپ نے اصرار فرمایا کہ تم جاؤ ہم اچھے ہو جائیں گے۔ جناب حاجی صاحب قبلہ سیر و سیاحت میں رہتے ہیں اگر دیوہ شریف میں نہ ہوں تو دریافت کرنا جہاں قیام پذیر ہوں وہیں جا کر ان کے مرید اور انھیں کے فقیر ہو جانا ان کا لباس رنگین احرام ہے، اور شیرینی میں لڈو اور خوشبو میں حنا کا عطر پسند ہے۔ یہی ہدیتاً لے جانا۔ جناب والد ماجد کی یہ ہدایت جو میرے لیے دین و دنیا کی سلامتی کے واسطے کافی اور میری زندگی کے لیے سرمایہ ناز ہونے والی تھی جب ختم ہوئی تو چند گھنٹے کے بعد رشتہ حیات قطع ہونے کے آثار نمایاں ہوئے حتی کہ اسی روز ۱۱ر ذیقعدہ

۱۳۱۲ھ کو بعد ظہر قفس جسدی سے طائر روح پر فتوح نے پرواز کیا۔ والدہ کی بھی طبیعت ناساز رہنے لگی اور انھوں نے بھی پانچ ماہ کے بعد ربیع الاول ۱۳۱۴ھ میں ہمیشہ کے لیے اس دار فانی کو چھوڑا۔ والدہ کے چہلم کے بعد قبلہ میاں صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے تمہارے والد زندہ ہو کر آگئے ہیں اور تم کو بلاتے ہیں آپ ان کی طرف دوڑے راستے میں ہجوم ملا۔ دیکھا کہ ایک سانپ کی دم اور سر زمین میں بقیہ حصہ باہر ہے۔ لوگ اسے باہر نکالنا چاہتے ہیں مگر نہیں نکلتا۔ آپ نے کسی کے کہنے سے اسے چاقو سے کاٹ دیا۔ بعدۂ قصبہ کے باہر مشرق و جنوبی سمت کٹڑے کے نام سے موسوم تالاب کی دوسری طرف باغ میں آپ کے والد تہبند باندھے بیٹھے ہیں۔ طغیانی کے باعث اسے پار کرنا دشوار نظر آیا اس پر چلنے کا قصد ہی کیا تھا کہ بیدار ہوگئے۔ پورب سے مطلب دیوہ شریف جا کر قبلہ حاجی صاحب سے بیعت ہونا تھا اسی فکر میں رہتے تھے کہ آپ کے والد کی ایک ضعیفہ مریدہ نے پچاس روپے پیش کیے کہ میرے پیر کا حکم ہے۔ انھیں لے کر دیوہ شریف پہنچو۔ لہٰذا آپ ان میں سے صرف پچیس روپے لے کر ۲۸ر ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ عصر کے وقت دیوہ شریف پہنچ گئے۔ آستانہ وارث کے خدام اخلاق سے پیش آئے۔ آنے کا سبب معلوم کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قدم بوسی کو آیا ہوں۔ اطلاع کرائی گئی۔ طلبی ہوئی کہ چلو تم کو بلایا ہے۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ کی دیرینہ آرزو پوری ہو کر رہے گی۔ خود آپ کے الفاظ میں "اندر گیا تو دیکھا کہ کشادہ صحن کے جنوبی سمت کمرہ اور اس کے آگے کشتی در کا دالان ہے۔ جس میں زمین کے فرش پر نہایت سادہ مگر امتیازی طور پر ایک گدا بچھا ہے۔ جس پر ایک مقدس بزرگ رنگین احرام باندھے زونق افروز ہیں۔ جن کا نورانی چہرہ، پر سطوت آنکھیں دیکھ کر خود بہ خود دل کو یقین ہو گیا کہ "خدا نما ہے خدا کی قسم یہی صورت"

رشحات الانس صفحہ ۱۶۔ ۱۵

ہر چند رعب عظمت سے دل مرعوب تھا مگر کشش حسن کا وہ گہرا اثر ہوا کہ پروانہ وار اس شمع جمال ایزدی کے قریب جا کر باکمال ادب قدم بوس ہوا۔ فرمایا کہ کہاں سے آتے ہو میں نے دست بستہ عرض کیا بچھرایوں ضلع مراد آباد سے۔ ارشاد ہوا کہ ہاں بچھرایوں امروہہ سے دس کوس اور سنبھل سے بیس کوس ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اسی قدر ہے۔ پھر حضور نے ایک ضعیف تہبند پوش سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "رحیم شاہ اس بستی کے رہنے والے کسی سے نہیں ڈرتے" اور مجھے ارشاد ہوا "اچھا ٹھہرو پھر ملاقات ہوگی۔" اور درگاہ میں ٹھہرا دیا گیا۔ میاں صاحب نے دوبارہ جا کر شیرینی اور عطر پیش کیا۔ حاجی صاحب نے ایک لڈو کا نصف حصہ خود

تناول فرمایا اور نصف میاں صاحب کو مرحمت کیا اور بقیہ حاضرین میں تقسیم ہو گئے۔ خادم پھر آپ کو درگاہ میں لائے آپ نے مرید ہونے کی آرزو کا اظہار کیا۔ خادم نے پیغام پہنچایا۔ لہذا بندہ نوازی فرماتے ہوئے دست گیری کا ارشاد ہوا "کہو ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا، پنجتن پاک کا، خدا رسول کا، **استغفر اللہ ربی من کل ذنب و خطیئۃ واتوب والیہ۔**" پھر فرمایا "جاؤ تم مرید ہو گئے۔" آپ نے صوفیانہ ماحول میں پرورش پائی تھی۔ لہذا قبلہ حاجی صاحبؒ کے مرید کرنے کے طریقہ نے آپ کو وسوسہ میں ڈال دیا عام مجمع میں اور اتنے مختصر طریقہ سے بیعت کرنے کی وجہ سے آپ کے دل میں وہم پیدا ہو گیا کہ یہ طریقہ ناقص ہے، آپ اسی کشمکش میں تھے کہ قبلہ حاجی صاحبؒ کے ایک مقرب نے آپ کو اپنے پاس بلا کر نصیحت کی کہ خان صاحب تم نے فقیر دیکھے نہیں ہیں، البتہ تمہارے والد جانتے تھے جو تم کو یہاں بھیج گئے۔ خان صاحب یہاں اصل فقیری ہے اور صحیح طریقہ بیعت بھی یہی ہے۔ فرمایا، خان صاحب تم نے جو خواب دیکھا وہ سانپ بھی تمہارے خیالات ہیں اور جاؤ ہماری یہ نصیحت ہے۔ میاں صاحب حیران رہ گئے کہ بغیر کچھ بتائے ہوئے جب یہاں کے مریدوں کا یہ حال ہے تو پیر کی کیا شان ہو گی۔ آپ شرم کی وجہ سے خدمت والا میں حاضر ہونے سے ہچکچائے آپ کے ان ہی ناصح شاہ فضل حسین صاحب نے آپ کی ہمت افزائی کی کہ بے جھجک حاضر ہوں حضور کچھ نہیں کہیں گے۔ لہذا افتاں و خیزاں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے، حضور نے متبسم ہو کر فرمایا۔ "صبح کو چلے جانا" لیکن آپ نے مزید ٹھہرنے کی اجازت مانگی۔ مراد بر آئی اور پانچ روز تک قیام کیا، رخصتی کے وقت فرمایا۔ "شوال میں شاہ ولایت کے عرس میں آنا۔" میلہ کاتک کے صرف پندرہ روز باقی تھے، لہذا اس میں بلوانے کی استدعا کی گئی وہ بھی منظور کر لی گئی۔ عام دستور کے مطابق طالبین کو بیعت کرتے ہی رخصت فرما دیا جاتا تھا۔ لیکن بہ یک نظری طالب و مطلوب ہم تمہارے تم ہمارے ہو گئے۔ اگرچہ رسمی تکلف مانع ہے لیکن ایک دوسرے سے جدا ہونا شاق نظر آتا ہے، لہذا ۳ر جمادی الاول ۱۳۱۳ھ کو اپنے کعبۂ مقصود دیوہ شریف پہنچ جاتے ہیں، یہاں بھی وہی اضطراری کیفیت کار فرما ہے جو قبلہ حاجی صاحبؒ کے سفر حجاز کے موقعوں پر تھی فرق یہ ہے کہ قبلہ حاجی صاحبؒ کا مرکز خیال مکہ معظمہ تھا اور قبلہ میاں صاحب کا دیوہ شریف، اس مرتبہ بھی گئے قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی اور حسب وضع درگاہ میں قیام کرنے کا حکم صادر ہوتا ہے۔ ۱۵ر تاریخ کو میلہ دیکھئے جو آستانہ وارثی سے صرف دو فرلانگ دور شاہ اویس پر لگتا تھا۔ ایک ارادت مند تہبند پیش کرنے سرکار کی خدمت میں مع کثیر مجمع اور قوالی کے جا رہے تھے۔ میاں

صاحب جب اس مجمع کے ساتھ آستانہ کے قریب پہنچے اپنا جوتا اور ٹوپی باہر ہی پھینک دی اور اس رسم کے ختم ہونے پر آپ نے شاہ فضل حسین صاحب سے احرام باندھنے کی خواہش کا اظہار کیا انھوں نے آپ کے اصرار پر رحیم شاہ کی معرفت آپ کا معروضہ سرکار کی خدمت میں پیش کرایا وہاں سے جواب ملا "ابھی نہیں یہ لڑکے ہیں" آپ ننگے پاؤں مایوسی کی حالت میں ادھر سے اُدھر گھومتے رہے۔ آخر جمعہ کی شب ۸ر بجے رحیم شاہ نے یہ مژدہ سنایا کہ سرکار نے طلب فرمایا ہے۔ شاہ فضل حسین صاحب نے کہا کہ تہبند لے کر جانا آپ کی باچھیں کھل گئیں اور فوراً تہبند، لنگوٹ اور رومال لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے رحیم شاہ، نور محمدؒ شاہ، قاضی [illegible] علی اور بادشاہ حسین خاں کی موجودگی میں تہبند زیب جسم فرمایا اور دستور کے مطابق اپنا احرام میاں صاحب کو مرحمت فرمایا اور نور محمدؒ شاہ کو حکم ہوا کہ لنگوٹ کی گرہ بتا دیں۔ جب آپ تہبند باندھ کر قدم بوس ہوئے تو ہیبت حق سے پسینے پسینے ہو گئے۔ سرکار نے متبسم ہو کر فرمایا "بادشاہ حسین یہ فقیر کا بیٹا ہے یہاں نہ آتے تو قیامت میں کھنچے پھرتے۔ آج سے ان کا نام اوگھٹ شاہ ہے" میاں صاحب سے فرمایا کہ سوال نہ کرنا اور مونڈھے، کرسی، تخت، پلنگ پر نہ بیٹھنا۔ بکھراوں میں اپنے باپ کی قبر پر رہنا اور کہیں نہ جانا۔ جب آؤ تو یہیں آؤ۔ کسی کے مکان پر ہمیشہ نہ رہنا۔ رحیم شاہ کو تاکید ہوئی کہ "ان کو تعلیم کر دو۔" رحیم شاہ نے عرض کیا کہ وہ اس لائق کہاں ہیں۔ تو فرمایا "جاؤ تم کو تعلیم کی ضرورت نہیں تم فقیر کے بیٹے ہو اور اب ہمارے فقیر ہو گئے" بادشاہ حسین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "یہ فقیر کے بیٹے ہیں اور اب یہاں فقیر ہو گئے ان کو رموز فقر کی تعلیم ضروری نہیں۔ ان سے خطا ہی نہ ہو گی۔" اور میاں صاحب سے فرمایا جاؤ محبت رکھنا وہاں تو بہت مرید ہیں۔ صبح کو میاں صاحب نے حاضر ہو کر فرمایا کہ والد کی قبر ایک غیر آباد مسجد کے احاطہ میں ہے جس میں حجرہ بھی نہیں۔ جواب ملا "کوئی رہے یا نہ رہے تم جا کر وہیں رہو اور وہی تمہارے لیے حجرہ ہے۔ جس وقت حجرہ بن جائے گا بن جائیگا، کوئی روک نہیں سکتا۔ اب جاؤ سیر کرو۔" ۷ر تاریخ کو آپ معمر فقرائے وارثی سے ملے ان کا طرز معاشرت ذہن نشین کیا اور سلسلے کے رموز معلوم کیے۔ مقربین سے آستانے کے قواعد اور متوسلین کے حالات معلوم کیے۔ اسی روز سید قربان علی شاہ صاحبؒ کا قل ہوا آخر میں آتش بازی چھوڑی گئی جس کا مطلب تھا کہ میلہ ختم ہو گیا۔ دوسرے روز سب کے ساتھ آپ بھی رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوئے تو نور محمد شاہ کو ارشاد ہوا "ان کو کھڑاؤں کے لیے دام دے دو۔" خادم نے چار آنے دیے پھر فرمایا "رومال کے لیے بھی پیسے دے دو" چار آنے رومال کے

عظمت و شان کا اقرار کیا اور جس کے سامنے ہادی کامل کا نام لیا اس نے مرعوب ہو کر سر تسلیم خم کیا۔"

رشحات الانس صفحہ ۴۴۔۴۳

چنانچہ عبدالرحمان صاحب نابینا نے آپ کا لباس ٹٹول کر فرمایا تھا کہ جناب حاجی صاحب کا لباس بھی یہ ہے انھوں نے فرمایا تھا کہ مجھے مدت سے حاجی صاحب کی زیارت کا شوق تھا آج یہ دیرینہ آرزو میری پوری ہو گئی کہ تم سے ملاقات ہو گئی۔ آپ کو دیکھ کر سائیں توکل شاہ صاحب نے فرمایا تھا "رسول کریم دا اور حاجی صاحب دا فیض ساڈے نال آوندا ہے" جعفر شاہ نے فرمایا تھا "تم شمس الدین کے بیٹے ہو وہ ہمارا یار تھا۔ تم فقیر حاجی صاحب کے ہو اس وقت ہندوستان میں وہ آفتاب ہیں۔" میران شاہ کا ارشاد تھا۔ "تم کو کیا سمجھاؤں تم فقیر کے بیٹے اور ایسے لاثانی فقیر کے دست گرفتہ ہو جس کا دنیا میں مثل و نظیر نہیں۔" چھنگا شاہ کا فرمان تھا۔ "پیر تو بہت بڑا پایا اول تو سید دوسرے فقیر ایسے کہ آج ان کے سوا کوئی فقیر نہیں۔" اب آپ کے لیے اپنے مرشد کی جدائی برداشت سے باہر ہوتی جاتی تھی کہ شاہ فضل حسین صاحب کا پیغام آیا کہ حضور، حرم پور میں نواب عبدالشکور خاں صاحب کے مہمان ہو رہے ہیں، آپ آنکھوں کو فرش راہ بچھائے تاریخ سے دو روز قبل چندوسی ہو کر کیسرا اسٹیشن پر حضور کے استقبال کے لیے پہنچ گئے۔ اس وقت آپ کے ماموں حافظ عبدالمجید صاحب، بھائی ظفر الدین صاحب اور چودھری تجمل حسین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ ان حضرات سے حضور نے بطور امتحان تصدیق فرمائی کہ آپ زمین کی بجائے چارپائی پر تو نہیں بیٹھتے۔ اور دوسرا لباس تو نہیں پہنتے ہیں پھر آپ سے فرمایا "دیکھو اوگھٹ شاہ چھپرایوں میں توکل سے رہنا یعنی بے لاگ اور بے غرض آن بان سے رہنا" آئندہ سفر میں حضور نے آپ کو اپنے ساتھ رکھا۔ ۱۳۱۹ھ کے والد ماجد کے عرس کی تاریخ قمری کی بجائے شمسی مہینے کے حساب سے طے فرمائی۔ لہٰذا جب سے ہی عرس یکم چیت سے چہارم چیت تک ہوتا ہے۔

اسی دوران آپ کے [illegible] محمد شاہ اپنی کسی پاداش کے سلسلہ میں معزول کر دیئے گئے۔ ان کی جگہ [illegible] حسین صاحب اور شیدا میاں کے انتخابات [illegible] آپ کے نام نکلا اور ۱۳۲۰ھ کے [illegible] وقت [illegible] آپ کے گوش گزار ہوا اور شاہ ولایت صاحب کے عرس کی [illegible] کی خوش خبری سنائی گئی۔ [illegible] در دولت پر [illegible] مہمان نوازی کی خدمت تفویض ہوئی آپ نے مہمانوں کی

سہولت کے لیے پانی اور روشنی کا لاجواب انتظام کیا حضور بہت خوش ہوئے۔ کچھ دن بعد ڈاکخانہ سے خطوط لا کر خدمت والا میں پیش کرنا اور حسب ارشاد جوابات دینا بھی آپ کے سپرد ہو گیا۔ اس خدمت نے بھی حضور کے دل میں ایک جگہ پیدا کر دی۔ آپ کی خوراک کم ہوتی جاتی تھی میاں صاحب نے کھانا تناول فرمانے کے وقت مشائخین کا عاشقانہ کلام سنانا شروع کیا۔ اس وقت آپ شمع دان لے کر حاضر رہتے تھے اور کلام کے علاوہ بعض مجاذیب کے تذکرے یا قلندرانہ مذاق کے کچھ جملے بھی عرض کر دیتے تھے تاکہ آپ دو چار تھے زیادہ تناول فرمائیں۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے والد ماجد کی ایک فارسی غزل سنائی حضور اس سے کافی محظوظ ہوئے اور فرمایا "وہ فقیر تھے "امیر خسروؒ کا کلام زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اور اکثر ارشاد فرمایا "مرید ہو تو ایسا ہو" ایک روز فرمایا "تم اپنے والد کا عرس کر آؤ۔" میاں صاحب نے عرض کیا کہ چھپرایوں میں رہتے ہوئے تو عرس مناسب تھا اب یہاں رہتے ہوئے اس سے میرا کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ لیکن آپ نے فرمایا وہ فقیر تھے جاؤ اور عرس کا انتظام کرو۔ خادم سے تین چادریں دو گلابی ایک بسنتی رنگ کی طلب فرمائیں اور میاں صاحب کو مرحمت فرما کر کہا۔ "میری طرف سے چڑھا دینا" حسب معمول چھپرایوں پہنچ کر عرس کیا حضور کی عنایت کردہ چادروں میں سے گلابی چادر سیراب شاہ کے مزار پر چڑھا دی اور بسنتی رنگ کی چادر والد ماجد کے مزار پر۔

عرس کے بعد دیوہ شریف واپس ہوئے ۲۸، جمادی الاول ۱۳۲۱ھ کو ایک ہفتہ کے لئے چھپرایوں آنا ہوا تو حافظ علی بخش صاحب جو مسجد کے قریب رہتے تھے۔ انھوں نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ انھیں احاطہ کی مشرقی دیوار کی جانب سے آتے ہوئے دونوں مزاروں کے درمیان ایک درویش تہبند پوش اور گیسو دراز ایک شیر کا تکیہ لگائے نظر آئے۔ شیر ان کی طرف دوڑا انھوں نے آپ کو پکارا آپ مسجد سے باہر آئے تو شاہ صاحب اور شیر دونوں غائب ہو گئے۔ لہٰذا اسی جگہ پر ایک گز گہری زمین کھدوائی گئی تو قبر نظر آئی لہٰذا قبر کو بلند کر کے حضور کی دی ہوئی تیسری چادر اس مزار پر چڑھا دی۔ بعد کو تحقیق ہوئی کہ وہ مزار سیراب شاہ کے پیر کا تھا اور تیسری چادر عنایت فرمانے کی مصلحت بھی یہی تھی۔ واپس ہو کر یہ واقعہ بھی گوش گزار کیا۔ دوسرے سال پھر جا کر عرس کا انعقاد کیا ۱۳۲۳ھ کے عرس کے بعد ۱۹ار تاریخ کو معہ عزیزہ اقارب کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ زکام کی وجہ سے حرارت ہے اور آواز کسی قدر بھاری ہے۔ خدام غیر معمولی طور پر متفکر تھے، حضور نے شیدا میاں کو معلوم کیا وہ بھی اس مرتبہ چھپرایوں کے عرس میں شریک ہونے کے لیے تشریف لے گئے تھے حضور نے معلوم کر

کے فرمایا "تار دے کر بلالو" ساتھ ہی دوسرے خاص خاص مقربین کو بھی بذریعہ تار اور خطوط سے اطلاع دی گئی۔

۲۳ر محرم کو حکیم عبدالعزیز صاحب کو لکھنؤ سے طلب کیا گیا ۲۶ر محرم کو پھر اضمحلال میں اضافہ شروع ہو گیا۔ حکیم نصیر الدین صاحب وارثی نے دوسرے حکیموں کے مشورے سے اپنا نسخہ تجویز کیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق اضمحلال بڑھتا ہی گیا لیکن اپنی زبان سے حضور نے کسی تکلیف یا مرض کا اظہار نہیں فرمایا ۳۰ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو رات کے تین بجے کے بعد حکیم یعقوب بیگ صاحب نے نبض دیکھی تو بے تاب ہو کر رونے لگے، فیضو شاہ صاحب شربت انار پانی میں ملا کر لائے لیکن دوسرا چمچہ حلق سے نہ اترا خود میاں صاحب کے الفاظ میں "اس وقت میں ایک ہاتھ سے سر اقدس کی حرارت اور ایک ہاتھ سے قلب اطہر کی حرکت دیکھ رہا تھا اور فیضو شاہ صاحب بھی قریب بیٹھے تھے اور شیدا میاں اور بابو کنہیا لال وکیل چہرہ اقدس کے سامنے اور حافظ احمد شاہ صاحب پائیں کھڑے تھے اور پچاس ساٹھ حلقہ بگوش مؤدب اور خاموش کھڑے تھے کہ ناگاہ سرکار عالم پناہ نے ایک سنگین سانس کھینچی اور قریب چودہ منٹ کے بعد جب باہر نکلی تو صاف طور پر دیکھا کہ وہ سانس برنگ سبز اور قبلہ عالم کے ہم شبیہ تھی جو تعینات عنصری سے جدا ہو کر شب جمعہ کو سوا چار بجے واصل ذات حضرت الوہیت ہوئی۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ماخوذ۔ رشحات الانس۔ صفحہ ۷۶

آپ نے فرمایا تھا کہ "فقیر جہاں مرے وہیں اس کو دفن کر دے" لہٰذا آناً فاناً مکان معتقدین سے بھر گیا، بعد غسل، صف آرائی ہوئی اور حافظ عبدالقیوم صاحب کرنالی نے نماز جنازہ پڑھائی اور قریب پانچ بجے حضور واصل حق کر دیے گئے۔ اس دلخراش واقعہ سے وہ انقلاب ہوا کہ ارادت مندوں کی زندگی خراب ہو گئی۔ بقول میاں صاحب "کوئی دل فگار تعلقات سے دست بردار ہوا، کوئی خمکدہ گوشہ نشین ہوا کسی بے قرار نے دیوانہ وار صحرا نوردی اختیار کی، خدام کا شیرازہ بکھر گیا، ہر گھر میں رنج و الم سوز و گداز کا چرچا تھا۔"

بعد وصال سرکار عالم پناہ، میاں صاحب نے اپنے لیے شاہ فضل حسین صاحب سے مشورہ طلب کیا، انھوں نے فرمایا آپ کے لیے پیشوائے برحق کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ یعنی اپنے باپ کی قبر پر رہو۔ چنانچہ اپنے شفیق و سچے کی نصیحت سن کر اسی روز سرکار عالم پناہ کے مزار پر انوار سے رخصت ہو کر دیوہ شریف سے چلے اور ۵ صفر ۱۳۲۳ھ کو چھرایوں میں آکر مسجد

سہراب شاہ میں رہنے لگے، حجرہ تعمیر ہو گیا، والد کے عرس کے ساتھ سرکار عالم پناہ کے لیے بھی ایک تاریخ مقرر ہو گئی۔ اور آخر مسجد سہراب شاہ نے رفتہ رفتہ ایک وسیع و عریض خانقاہ وارثیہ کی شکل اختیار کر لی۔ مزاروں کے تینوں طرف بڑے چھوٹے لگاتار کمرے ہی کمرے تعمیر ہو گئے، جن میں عرس کے موقعوں پر مقربین مہمان اور قوال وغیرہ ٹھہرتے تھے۔ ایک وسیع و عریض لنگر خانہ بھی تعمیر ہو گیا۔ ترکہ میں آئے ہوئے باغات اور صحرائی زمین عرس کے نام وقف ہو گئی اور جب ہی سے عرس کی دھوم دھام میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا۔ ملک کے برگزیدہ صوفی اور نامور قوال اس میں شرکت فرماتے ہیں اور جو سلیقہ اور قرینہ اس عرس میں نظر آتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد میاں صاحب نے انھیں کی سنت پر عمل کیا اس وقت آپ عمر صرف ۳۰ سال کی تھی لیکن اس مختصر عمر میں ہی مرشد کامل کی تمام خوبیاں آپ کے اندر ہویدا ہو چکی تھیں، آپ نے ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۲۳ھ تک صرف نو سال میں ہی حضور کے لاکھوں مریدوں میں افضلیت حاصل کر لی تھی اور حضرت امیر خسروؒ کی طرح مرید خاص کا درجہ حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ مرشد برحق کا وصال بھی آپ ہی کے ہاتھوں میں ہوا۔ اسی لیے کونٹ گلارزا کو اپنے خواب میں حضرت وارث علی شاہؒ کی جگہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نظر آئے۔

شکل و شمائل کے اعتبار سے آپ اپنے مرشد کامل کی طرح دراز قد، فربہ جسم، کشادہ پیشانی، فسوں ساز چشم، غرض وجاہت کا مرقع تھے اور ہزاروں میں نمایاں نظر آتے تھے۔ تحریر و تقریر کی لذت سے آشنا تھے، آپ کی تصانیف، رشحات الانس، شہاب ثاقب، موسوم بہ ردّ کفر، ضیافت الاحباب، اور ان کے مجموعہ کلام فیضان وارثیؒ اور وارث گن پر کاش سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو، فارسی، ہندی، عربی اور انگریزی پر ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مرشد کی طرح حجاز و عراق کا پیدل سفر کیا۔ آپ نے کئی حج کیے علاوہ ازیں کربلائے معلی، نجف اشرف، مدینہ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ آخر عمر تک ہندوستان پاکستان کا سفر فرماتے رہے۔ بے شمار ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی آپ کے حلقہ بگوش ہوئے ان میں امیر بھی تھے، غریب بھی، جاہل بھی، عالم بھی، نواب بھی، راجہ بھی، بڑے بڑے حاکم بھی، محکوم بھی، انجمن اتحاد وارثیہ لال کنواں دہلی آپ ہی کی قائم کردہ ہے۔ مسیح الملک ثانی حکیم محمد احمد خاں دہلوی مرحوم اور ان کا پورا خاندان آپ ہی کا حلقہ بگوش تھا۔ آپ کی تعلیم سے خاندان کے خاندان منقلب ہو گئے۔ کراچی میں بھی آپ کی قائم کردہ انجمن وارثیہ آج بھی موجود ہے، خانقاہ وارثیہ چھرایوں اور انجمن مخلصین وارثیہ

جگدیش پور، ضلع آرہ۔ بہار، آپ ہی کی یادگار ہے۔ اسی کے انتظام و انصرام سے سالانہ عرس
پاک ہوتا ہے، ان کے علاوہ سینکڑوں قصبوں، دیہاتوں اور شہروں میں آپ کے حلقہ بگوش آپ
کے عرس مناتے ہیں اور قل اور قرآن خوانی فرماتے ہیں۔ آپ سیاح فقیر تھے۔ ایک مرتبہ
آپ غازی آباد تشریف لے گئے جہاں فخر القوم عالم علوم صوری و معنوی آنریبل سر یامین خاں
صاحب سی، آئی، ای، سابق ایم، ایل، اے، بار ایٹ لاء، و رئیس میرٹھ، سابق سیکریٹری مسلم
لیگ پارٹی و نائب صدر مرکزی قانون ساز اسمبلی ہندوستان سے ملاقات ہوئی۔ خود سر یامین
صاحب کے الفاظ میں "تقریباً چوالیس سال ہوئے کہ میں غازی آباد اپنی کالج کی تعطیلات میں
اپنے ماموں نواب امیر اللہ خاں صاحب کے پاس، جو اس زمانہ میں وہاں میونسپل بورڈ کے افسر
تھے، گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک جوان العمر فقیر کو ٹھہرے دیکھا جو بسنتی رنگ کا لباس ایک کپڑے
کا باندھے ہوئے تھے اور لکڑی کی کھڑاؤں پہنتے تھے۔ اور زمین پر بیٹھتے اور سوتے تھے۔ یہ جوان
صالح نہایت خوش مزاج محبت و اخلاق کے آدمی تھے، معلوم ہوا کہ ان کا اسم مبارک اوگھٹ شاہ
صاحب ہے اور یہ حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور دیوہ
شریف میں میرے ماموں اور ان کی بیگم صاحبہ سے جو دونوں حاجی صاحب قبلہ کے مرید تھے
ملاقات ہوئی تھی میں نے دریافت کیا "شاہ صاحب آپ حاجی صاحبؒ کی کیا خدمت کرتے تھے"
جواب ہنس کر دیا، "تم انگریزی داں ہو اس لیے اس سے سمجھ لوگے کہ میں ان کا اے ڈی، سی،
تھا" اور خوب ہنسے۔ پھر کہا کہ خطوط بھی حضرت کی طرف سے لکھتا تھا۔ اس پر میں نے کہا تو
آپ پرائیویٹ سیکریٹری بھی تھے۔ غرض کہ نہایت لطف کی باتیں رہتی تھیں۔ مجھ کو پہلے کسی
ایسے فقیر سے ملاقات کا موقعہ نہ ملا تھا کہ جو اس قدر دلچسپ ہو اور جس میں انسانی زندگی کا وہ
طرز بھی موجود ہو کہ ہنسے، بولے، مذاق کرے اور ساتھ میں عبادات الٰہی بھی ہو۔ اوگھٹ شاہ
صاحب شام کے وقت جب میں ٹینس کھیلنے جاتا تو میرے ساتھ جاتے تھے میں نے کہا آپ
کھڑاؤں پہن کر میرے ساتھ کیا چلیں گے انھوں نے کہا "چلنا تو درکنار ہم بھاگ بھی سکتے ہیں
اور اگر تیز دوڑنا ہوا تو کھڑاؤں کو اتار کر ہاتھ میں لے لیں گے۔" چنانچہ سڑک پر میرے ساتھ
خوب دوڑ ہوتی تھی۔ میں چونکہ تعطیلات منانے گیا تھا اور نوجوانی تھی صبح کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
میں پلنگ سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا اور اوگھٹ شاہ صاحب صبح کی نماز اول وقت ادا کرتے تھے۔
چونکہ میں زنان خانہ میں کوٹھے پر سوتا تھا، اوگھٹ شاہ صاحب مجھ کو اخلاق کے ساتھ صبح کو
جگانا چاہتے تھے لہٰذا نماز سے فارغ ہو کر وہ گراموفون کے وہ ریکارڈ جو مجھ کو پسند تھے میرے

سونے کی جگہ کے سامنے بجا دیتے تھے جس سے میں جاگ جاتا تھا۔ میں ان کو "ماڈرن فقیر" یعنی
نئی روشنی کا فقیر کہتا تھا۔ ہم لوگوں کی خوب دوستی رہی۔ حاجی صاحب قبلہ کی ہدایات اور تلقین
جو تھی وہ سب مجھ کو بتاتے رہے۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ اپنے پیر کی محبت میں سرشار تھے
حالانکہ پیر کی ہدایت تھی کہ دنیا میں سب سے محبت کرو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سا لباس
جو درحقیقت حاجیوں کا احرام بھی ہے اور ان کی زندگی کا طرز اختیار کر رکھا تھا ہم اپنے مرشد
کی محبت دل میں بھری ہوئی تھی اور اکثر اسی کے اشعار پڑھتے تھے جس میں سے چند مجھ کو اب
تک یاد ہیں۔ ایک حسب ذیل تھا۔

جگر کو کر گئی گھائل تری نگاہ ستم　　　علاج خوب کیا درد دل کا تو نے صنم
تو ہی بتا کہیں اے رشک عیسیٰ مریم　　　کجا روم بہ کہ گویم بگوچہ چارہ کنم
کہ تیر غمزہ مرا اندرون جاں زدئی

غرض کہ اوگھٹ شاہ صاحب سے جب سے ملاقات ہوئی ان کی پاک زندگی کا میرے
دل پر نقش کا ابھر رہا ہے۔"

از تقریظ فیضان وارثی، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ہردوار پہنچے اور اندر جا کر گنگا کے کنارے بیٹھ گئے۔ خود
آپ کے الفاظ میں "ایک سادھو نے پوچھا کہ تم کون دودا ہو؟ میں نے کہا دودھا چھوڑ دی ہے۔
تب اس نے پوچھا کہ تم کون ہو میں نے کہا تم دیکھتے نہیں میں آدمی ہوں، اس نے کہا مسلمان ہو
یا ہندو میں نے کہا دونوں سے الگ، غرض وہ غریب تو چلا گیا مگر اور چند سادھو مجتمع ہو کر آئے
جن میں ایک ایسے بھی تھے جو عہدہ ججی چھوڑ کر فقیر ہوئے تھے انھوں نے مجھ سے دریافت کیا
کہ آپ کس کے دیکھنے والے ہیں میں نے کہا جو آنکھ کے سامنے آتا ہے اس کو دیکھتا ہوں، اس پر
وہ مسکرائے اور کہا میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کس سلسلے میں ہیں، میں نے کہا عشق کے سلسلے
میں ہوں۔ تب انھوں نے کہا کہ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کس کے مرید
ہیں، میں نے کہا وارثی ہوں۔ سادھو جی نے متعجب ہو کر کہا کہ وارثی تو کوئی خاندان نہیں ہے
میں نے تھوڑی صراحت کے بعد یہ سمجھا دیا کہ اصل سلاسل، سلسلۂ وارثیہ ہے اور سادھو
صاحب نے بھی اس کو مان لیا۔"

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی کا زیادہ قیام جگدیش پور میں رہتا تھا۔ اس کی وجہ
یہ تھی کہ جناب وارث علی خاں صاحب وارثی مرحوم رئیس جگدیش پور بھی حاجی صاحب قبلہ

کے مریدین خاص میں تھے۔ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی، خاں صاحب مرحوم کے بڑے بھائی تھے اور انھیں کے زمانہ قیام میں حاجی صاحب قبلہ سے مرید بھی ہوئے تھے۔ آپ کو خاں صاحب سے اور خاں صاحب کو آپ سے نہایت محبت و عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جگدیش پور زیادہ قیام رہتا تھا۔

ایک مرتبہ ۱۹۵۱ء میں پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل جناب ملک غلام محمد صاحب وارثی نے جو ان دنوں وزیر مالیات تھے، اوگھٹ شاہ صاحب کو کراچی سے چار آدمیوں کو بھیج کر جگدیش پور سے بغرض ملاقات بلایا تھا اور آپ گئے تھے، جس کو منور شاہ وارثی المعروف اختر میر ایڈووکیٹ لاہور نے اپنے ماہانہ انگریزی رسالہ "تھنڈرس آف اسلام" مئی جون ۱۹۵۱ء میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لائے اور منور شاہ وارثی کے آفس ۸۲۔ انار کلی لاہور میں قدم رنجہ فرمایا اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔ کراچی سے واپسی کے بعد حضرت اوگھٹ شاہ وارثی نے فقیر منور شاہ کے ذریعہ قائم کردہ نئی انجمن جو دربار وارث کے نام سے موسوم ہے اس کا بھی افتتاح کیا جو راوی روڈ پر واقع ہے۔

آپ کے دوران قیام پاکستان میں ہی جناب ملک غلام محمد صاحب وارثی گورنر جنرل مملکت پاکستان بنائے گئے اور جو سپاس نامہ منجانب اراکین انجمن خدام وارثیہ کراچی (پاکستان) نے ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو گورنر جنرل کو پیش کیا، اس کی عبارت کچھ اس طرح ہے۔ "ہمایوں حشم برادر معظم! ہم سب اخوان طریقت کمال عجز و فروتنی کے ساتھ اپنے مالک سبحان ذوالملک کی بارگاہ قدس میں سجدہ ریز شکر و حمد ہیں جس نے اس میمون و مبارک موقعہ پر اپنی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ کے ظہور و انصرام کی خاطر پہلے ہی سے اپنے معتمد علیہ خاص الخاص مقبول بارگاہ خوارق دستگاہ حضرت حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی دام فیوضہم کو متعین و مقیم دارالخلافہ کر رکھا تھا۔ عظمت مآب برادر طریقت! اسی مالک الملک لاشریک لہٗ کی بندہ نوازی کا بدیہی کرشمہ ذات ہمایوں آں برادر کے علوئے جاہ و مناصب کی صورت میں ظاہر و باہر اور ہم وارثیوں کے لیے سرمایہ صد افتخار و ابتہاج ہوا ہے۔

بنام خدا و بنام محمدؐ
کہ مخدوم باشد غلام محمدؐ

(پرچم پرنٹنگ پریس کراچی)

آپ تقریباً آٹھ ماہ پاکستان میں رہے۔ دوران قیام پاکستان بہت سارے لوگ آپ کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے اور کچھ آپ کے احرام پوش فقیر بھی۔ بوالپسی پاکستان گورنر جنرل

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ

کے خطوط اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے نام آتے رہے جس میں دوبارہ پاکستان آنے کے لیے آپ کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ یہاں صرف ایک خط نقل کرتا ہوں۔

گورنر جنرل ہاؤس کراچی، ۸؍ اگست ۱۹۵۲ء

برادرم، السلام علیکم

مزاج گرامی!

آپ کا خط مورخہ ۳۰؍ جولائی ۱۹۵۲ء چند روز ہوئے مجھے ملا۔ آپ کی صحت کا حال معلوم ہوا۔ مجھے خوشی حاصل ہوئی آپ جو علاج کر رہے ہیں اس کو انشاء اللہ مالک آپ کی شفا کا بہانہ کر دے گا۔ احتیاط کی ضرورت آپ کے لیے لازمی ہے، غذا میں بھی اوقات میں بھی۔ ملنے والے اور آپ کے مرید عام طور پر ہر چیز کا خیال نہیں رکھتے ان کو اس کا اندازہ ہی نہیں کہ جسم کے لیے آرام اور احتیاط کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ میں مالک کے کرم سے اچھا ہوں، اور لیس بھائی اور دو ایک لوگوں سے چند مرتبہ میری ملاقات ہوئی مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ ان لوگوں میں آپس میں اختلافات ہیں، میں پھر ان لوگوں کو بلانے کی کوشش کروں گا اور یہ بھی کہ وہ مالک کی محبت کے سوا ہر چیز کو لغو سمجھیں، اس میں ظاہر کہ کوئی وجہ اختلاف نہیں ہونی چاہیے، مجھے یہ پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ تشریف لائیں گے، اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اس کو منظور ہو تو ملاقات بھی ہو جائے گی۔ علی وارث خاں صاحب کی والدہ کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں اور علی وارث خاں کو بھی۔

آپ کا نیاز مند
غلام محمد

بخدمت گرامی جناب حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی
لاؤن روڈ، عزیز کمپونڈ، پٹنہ۔ (بہار)"

آپ یکم جون ۱۹۵۱ء کو پاکستان تشریف لے گئے اور ۶؍ مارچ ۱۹۵۲ء کو واپس ہوئے۔ آپ نے بموقعہ جلسہ الوداعی (پاکستان) اپنے روحانی بچوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ کا ارشاد گرامی حسب ذیل ہے۔

"میرے روحانی بچو! تمھارے جذبات و احساسات مجھ سے پوشیدہ نہیں، میری دلی تمنائیں تمھارے ساتھ ہیں خدا تمھیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے، تم اپنی زندگیوں میں اپنے

حسن عمل کے ذریعے اس عظیم المرتبت ذات کی نسبت کے شایان شان بننے کی کوشش کرو کہ جس سے تم منسوب ہو۔ عرصہ آٹھ ماہ کا ہو یا آٹھ سال کا سب برابر ہے، اصل چیز خیال ہے۔ اس امر کی تصدیق رکھو کہ سرکار عالم پناہ ہر حال میں تمھارے ساتھ ہیں، محبت تمھارے مشرب کا بنیادی اصول ہے، محبت رکھو ہم ہر حال میں تمھارے ساتھ ہیں۔

"ہم نے پاکستان میں بھی تمھارے لیے انجمن کی بنیاد رکھ دی ہے، یہ ایک مرکز قائم ہو گیا یہ ایک دور ہے جس میں سب منتشر دانے پھر ایک جگہ ہو کر اپنے مشرب و مسلک کی تبلیغ و اشاعت کر سکیں گے۔ تم میں ہر طرح کے مرید ہیں، نئے بھی ہیں اور پرانے بھی، جو مشرب کی اکثر باتوں سے واقف ہیں اگر تمھارے مشرب کے متعلق عوام میں غلط فہمی پیدا ہو یا کوئی غلط بات تمھارے مسلک سے منسوب ہو تو تمھاری انجمن پورے وثوق کے ساتھ اپنے مشرب کی وضاحت کر سکتی ہے، انجمن کے پیش نظر ایک بڑا مقصد سرکار عالم پناہ کے ملفوظات، ارشادات اور ان قدیم کتابوں کی فراہمی اور اشاعت ہے کہ جو آج کل نایاب ہیں، چنانچہ تمھاری انجمن کے سکریٹری کے پاس رشحات الانس کا مسودہ آگیا ہے جس کی طباعت کے وقت دوسری جلد کے واقعات کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے جس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ مجھے امید ہے کہ اگر تم پوری تصدیق کے ساتھ ضبط و نظم پر قائم رہ کر اپنی شیرازہ بندی کی کوشش کرو گے اور انجمن کے عہدیداران و کمیٹی کے ساتھ پورا پورا تعاون کرو گے تو نہ صرف اپنے ہم مشربوں کی بلکہ ملک و قوم کی بہترین خدمات انجام دو گے۔ مجھے اس امر کی بڑی خوشی ہے کہ تمھاری انجمن کے سرپرست ہزایکسیلینسی برادر غلام محمد خان صاحب وارثیؒ ہیں جن کی اعانت سے تم ہر وقت مستفیض ہو سکو گے۔ میں نے انجمن کے تمام بنیادی مسائل کے متعلق نہایت وضاحت سے ہدایات دے دی ہیں۔ جس کی ایک نقل تمھاری انجمن کے دفتر میں نمایاں جگہ پر آویزاں رہے گی۔ ایک نقل ہزایکسیلینسی غلام محمد خان صاحب وارثیؒ کو جو تمھاری انجمن کے سرپرست ہیں دے دی ہے اور ایک نقل اپنے ہمراہ لے جا رہا ہوں۔

میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں تم پھولو پھلو اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو باپ اپنی اولاد میں اتحاد و محبت اور یگانگت دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور جو اولادیں آپس میں کشیدہ رہتی ہیں وہ مثل ان اولادوں کے ہیں جنھیں اپنے باپ سے محبت نہیں۔ تم میں سے چھوٹوں کا فرض ہے کہ وہ بڑوں کی عزت کریں اور بڑوں کو لازم ہے کہ چھوٹوں کو مثل اپنی اولاد اور چھوٹے بھائیوں کے سمجھیں۔ ان کی غلطیوں پر چشم پوشی کریں اور انھیں نہایت اخلاص و محبت سے

سمجھائیں۔ تمھیں چاہیے ہزایکسیلینسی برادر غلام محمد خان صاحب وارثیؒ کی محبت سے سبق لو کہ جن کا طرز عمل، جن کی انسیت اور جن کی بے لوث محبت نہ صرف میرے بلکہ تم سب کے دل پر نقش ہے، مجھے امید ہے کہ تم سب محبت کے راستے پر قائم رہو گے۔ میں تمھارے ہر حال میں ساتھ ہوں۔"

دستخط

اوگھٹ شاہ وارثیؒ۔ کراچی

۲۷؍ فروری ۱۹۵۳ء

(مطبوعہ پرچم پرنٹنگ پریس کراچی)

جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ آپ یکم جون ۱۹۵۱ء کو پاکستان گئے اور ۶؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو جگدیش پور تشریف لائے۔ اور ۱۲؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ کچھ روز اپنی قائم کردہ انجمن اتحاد وارثیہ لال کنواں دہلی میں رہے۔ بعدہٗ اپنی خانقاہ وارثیہ کچھراؤں (مراد آباد) میں مقیم رہے اور پھر وہاں سے پٹنہ تشریف لے گئے (برمکان علی وارث خاں وارثیؒ) جو حضرت کے خاص مریدوں میں ہیں، قیام کیا۔ ۸؍ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۷؍ ستمبر ۱۹۵۳ء کو مختصر سی علالت کے بعد آپ نے پردہ فرمایا۔ وقت وصال آپ کی عمر شریف ۸۲ سال کی تھی۔ منور شاہ وارثیؒ المعروف اختر میر ایڈوکیٹ اپنے انگریزی رسالہ "تھنڈرس آف اسلام" لاہور مئی و جون ۱۹۵۵ء میں لکھتے ہیں جس کی عبارت کچھ اس طرح ہے۔

یہ روحانی ستون ۸؍ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۷؍ ستمبر ۱۹۵۳ء بر مکان علی وارث خاں صاحب وارثیؒ ۸؍ بج کر ۳۵ منٹ شب لاڈن روڈ پٹنہ رخصت ہوئے میری التجا تھی کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے جسد خاکی کو پاکستان لایا جائے مگر خاں صاحب نے انھیں دیوہ شریف (بارہ بنکی) ۲۹؍ ستمبر ۱۹۵۳ء کو پہنچایا۔ آستانہ عالیہ کے چبوترے پر جنازے کی نماز ہوئی بعدہٗ شاہ صاحب قبلہؒ کے اہل خاندان اور ان کے مرید اور عقیدت مند، ان کے جسد خاکی کو کچھراؤں (مراد آباد) لے گئے اور وہیں ان کے والد بزرگوار کے بغل میں ۳۰؍ ستمبر ۱۹۵۳ء بوقت ساڑھے نو بجے شب سپرد خاک کیا۔

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ آج اسی جگہ آسودہ خاک میں جہاں جمادی الاول ۱۳۱۳ھ میں آپ کے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہؒ نے اپنا مرید اور فقیر بنانے کے بعد رہنے کا حکم دیا تھا (خود آپ کے الفاظ میں) بادشاہ حسین خاں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ فقیر کا بیٹا ہے

یہاں نہ آتے تو قیامت میں کھنچے پھرتے آج سے ان کا نام اوگھٹ شاہ ہے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا سوال نہ کرنا، اور کرسی، مونڈھے، تخت، پلنگ پر نہ بیٹھنا اور اپنے باپ کی قبر پر رہنا۔ میں نے عرض کیا کہ والد کی قبر ایک غیر آباد مسجد کے احاطے میں ہے، جس میں حجرہ بھی نہیں ہے۔ سرکار عالم پناہؒ نے فرمایا کوئی رہے نہ رہے تم جا کر وہیں رہو اور وہی تمھارے لیے حجرہ ہے۔ جس وقت حجرہ بن جائے گا، بن جائے گا، کوئی روک نہیں سکتا۔

ماخوذ از رشحات الانس

چنانچہ ایسا ہی ہوا آج وہاں ایک شاندار عمارت موجود ہے۔ جس کا نام خانقاہ وارثیہ مچھرایوں ہے، یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے اسی خانقاہ کے شمالی حصے میں آپ کا مزار مبارک ہے، آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں نے زر کثیر صرف کر کے آپ کے شایان شان ایک حسین مقبرہ تعمیر کرایا ہے جو اپنی مثال آپ ہے، آپ نے اپنے والد بزرگوار کے سالانہ عرس پاک کی تاریخ یکم چیت لغایت ۱۴ چیت رکھی ہے اسی تاریخ میں آپ کا بھی سالانہ عرس پاک بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ میں ان کے حالات زندگی کو ان کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

نگاہ وارثؒ نے سینکڑوں کو، بنایا قطرہ سے پل میں دریا
نظر جو آتے تھے پہلے ذرے، انھیں کو پھر آفتاب دیکھا

☆☆☆

(۲)

آپ کے بعض مریدوں

اور

شاگردوں کا حال

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے مریدین کا شمار کرنا امر دشوار ہے، آپ کے حلقہ بگوش ہندو پاکستان کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں بعض دنیادار ہیں اور بعض احرام پوش فقیر بھی۔ پہلے میں بعض احرام پوش فقیروں کا حال بالاختصار نگارش کروں گا اور اس کے بعد کچھ مریدوں کا حال بھی۔

(۱) حضرت غالب شاہ وارثیؒ رام پوری

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے سب سے پہلے مرید اور احرام پوش فقیر غالب شاہ وارثیؒ رام پوری تھے، جنھوں نے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ ایک بار حج بیت اللہ بھی کیا ہے اور بعد میں پانچ حج اور ادا کیے۔ وہ اپنے سفر نامۂ حجاز میں خود لکھتے ہیں کہ میری عرصہ دراز سے آرزو تھی کہ زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہوں لیکن اس آرزو کے پورا ہونے کا امکان میری نظر میں نہ آتا تھا۔ قربان جاؤں اس شہ دوسرا کے جس نے اپنی محبت سے اپنے روضۂ اقدس پر کھینچ ہی بلایا میں خدائے واحد کے حکم سے ۲۰/ مارچ ۱۹۲۱ء بروز جمعرات پانچ بجے دن کے بارادۂ

Scanned with CamScanner

حج بیت اللہ شریف اٹھ کھڑا ہوا اور مراد آباد سے چل کر اپنے پیر روشن ضمیر ہادی و رہبر حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے دربار میں حاضر ہوا اور ۲۴/مارچ ۱۹۲۱ء بروز دوشنبہ بگم پیر و مرشد دہلی روانہ ہوا اور حکیم محمد احمد خاں صاحب وارثی برادر زادہ حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم کے مکان پر مقیم ہوا اور پیر و مرشد کا انتظار کرتا رہا تین یوم کے بعد پیر و مرشد تشریف لائے۔ وہاں سے ۲۷/مارچ ۱۹۲۱ء کو ہمراہی پیر و مرشد و حکیم محمد احمد خاں (مرحوم) او نواب غلام محمد خان صاحب ریاست وادون ضلع علی گڑھ مع ملازمین خیرپور سندھ کو روانہ ہوئے تو نواب صاحب نے اپنے بنگلے پر بمقام کراچی تار بھیجا کہ حکیم صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ کھانا وغیرہ کا کافی انتظام رکھا جائے، کراچی پہنچ کر بنگلے پر قیام کیا، ملازمین نواب صاحب نے اطلاع دی وریلا نامی جہاز آ گیا ہے شام ہی کو اسباب جہاز پر بار کر دیا گیا صبح کو جہاز چھوٹا ۱۸/اپریل ۱۹۲۱ء کو لبو شہر پہنچا اور پھر وہاں سے منزل بہ منزل ہوتے ہوئے مکہ پہنچا۔ بحمد اللہ یہ سفر بہت کامیاب رہا۔ اپنے پیر و مرشد کی معیت میں حج بیت اللہ سے فارغ ہوئے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، نجف اشرف، کربلائے معلی، بغداد شریف وغیرہ بھی گئے۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی طرح سیاح فقیر تھے، آپ کا زیادہ وقت سیاحت میں گزرتا تھا۔ اپنے پیر کے بڑے شیدائی تھے، آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت بڑے پیمانے پر تھا۔ آخر زمانے میں آپ کا قیام محلہ زینت عنایت خاں رام پور (روہیلکھنڈ) تھا۔ ۱۹۵۷ء میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے، شعری مجموعے کے علاوہ حق الیقین، سفر نامہ حجاز آپ ہی کی تصانیف ہیں۔

ماخوذ۔ از سفر نامہ حجاز۔ مطبوعہ رام پور پرنٹنگ پریس (تھانہ کنڈہ) رامپور۔ یوپی

(۲) حضرت صوفی سلمان شاہ وارثیؒ

حضرت سلمان شاہ وارثیؒ بھی آپ کے مرید اور قدیم احرام پوش فقیر تھے، بچھرایوں ہی کے رہنے والے تھے۔ قصبے کے رئیس اور عالم بھی تھے۔ اپنے پیر حقیقت آگاہ حضرت حاجی اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے سچے عاشق تھے اور بڑی خوبیوں کے حامل تھے۔ نہایت باوضع و خوش اخلاق بزرگ تھے۔ کثرت سے لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

خانقاہ وارثیہ بچھرایوں کا پورا انتظام و انصرام آپ ہی کے ذمے تھا۔ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے والد بزرگوار کا سالانہ عرس پاک جو کیم چیت لغایت ۴ چیت ہوتا ہے اس کا سارا انتظام بحسن و خوبی بڑے سلیقے سے انجام دیتے تھے۔ آپ معمر احرام پوش فقرائے وارثی میں سے ایک تھے۔ بیش تر اوقات عالم استغراق میں گزارتے تھے، آپ کی کچھ نثری تصنیفات بھی تھیں جو ناپید ہیں آپ نے ۱۳/اپریل ۱۹۷۱ء بروز جمعرات بوقت ظہر داعیِ اجل کو لبیک کہا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔

(ندائے اتحاد دہلی) ۱۵/فروری ۱۹۷۶ء

(۳) حضرت حسرت شاہ وارثیؒ میرٹھی

حضرت حسرت شاہ وارثیؒ میرٹھی بھی حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے مرید اور تہبند پوش فقیر تھے۔ آپ نے میرٹھ میں وارثیہ سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کے لیے انجمن وارثیہ بھی قائم کی تھی جہاں روحانی محفلوں کا انعقاد ہوتا تھا۔ حسرت شاہ وارثیؒ کے بیش تر مرید ان محفلوں میں شرکت کر کے روحانی فیض حاصل کرتے تھے، آپ کو شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی اور خود بھی بہت اچھا کہتے تھے، کبھی کبھی میرٹھ اور قرب و جوار کے مشاعروں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ آپ کا کلام بھی تصوف سے بھرپور ہوتا تھا۔ آپ بڑے ملنسار خوش اخلاق و باوضع فقیر تھے۔ آپ کا انتقال ۴ر فروری ۱۹۷۱ء کو ہوا اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

ندائے اتحاد دہلی۔ مطبوعہ ۱۵/فروری ۱۹۷۲

(۴) حضرت فرہاد شاہ وارثیؒ

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے ایک احرام پوش فقیر حضرت فرہاد شاہ وارثیؒ بھی تھے۔ جن کا زیادہ تر قیام محلہ جہانگیری، ریل پار، آسنسول (ضلع بردوان) میں رہتا تھا۔ آپ بھی سیاح فقیر تھے۔ آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت بہت وسیع پیمانے پر تھا۔ بڑے صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں، جگدیش پور میں کئی بار اپنے پیر و مرشد قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ سے بغرض ملاقات حاضر ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق ایک واقعہ جگدیش پور میں آج تک مشہور ہے کہ فرہاد شاہ وارثیؒ کو کمرے میں بند کر کے باہر سے کمرہ مقفل کر دیا جاتا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ وارث علی خاں صاحب مرحوم رئیس جگدیش پور نے فرہاد شاہ کی

Scanned with CamScanner

موجودگی میں قبلہ اوگھٹ شاہ وارثیؒ سے اس واقعے کو بیان کیا تو آپ سن کر بہت خفا ہوئے اور فرہاد شاہ کو منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ فرہاد شاہ کو بچوں سے نہایت درجہ محبت تھی ان کا روزانہ کا معمول تھا کہ بازار سے شیرینی خرید کر لاتے تھے اور بچوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی شغف تھا اور خود بھی خوب کہتے تھے، آپ کا مجموعہ کلام بھی ہے۔ آپ کا انتقال بھی آسنسول میں ہوا اور وہیں محلہ جہانگیری، ریل پار، آسنسول (ضلع بردوان) میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔ بڑے وسیع پیمانے پر آپ کا سالانہ عرس بھی ہوتا ہے جہاں عقیدت مند جا کر روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

(۵) رفیق شاہ وارثی پورینہ والے

آپ پورنیہ، صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ آپ کی احرام پوشی بھی حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ سے جگدیش پور میں ہوئی تھی۔ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے ایک بار پیادہ پا بیت اللہ کو بھی گئے تھے اور مدینہ منورہ، کربلائے معلی، نجف اشرف، کی زیارت سے بھی مستفیض ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں آخر بار جگدیش پور آئے تھے اس کے بعد پھر نہیں آئے۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ دیار عرب ہی میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے مریدوں اور فقیروں کا بھی شمار کرنا ایک امر دشوار ہے اگر باقاعدہ لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائیگی۔ جمال شاہ، انوار شاہ، انور شاہ، اکرم شاہ، وحشت شاہ، سلیمان شاہ وغیرہ بھی آپ ہی کے احرام پوش فقیر تھے۔ اب میں ان کے موجودہ بعض مریدوں کا حال نگارش کرتا ہوں، انھیں میں آپ کے ایک فقیر منور شاہ وارثی بھی ہیں۔

(۶) منور شاہ وارثی لاہوری

منور شاہ وارثی المعروف اختر میر ایڈووکیٹ لاہور کی احرام پوشی بھی جگدیش پور میں ہوئی تھی۔ آپ لاہور سے جگدیش پور تشریف لائے تھے۔ جس کو محمود میر، ایم، اے، پروپرائٹر اور پبلشر آف مرکنٹائل گارڈن (پاکستان) تھنڈرس آف اسلام ۱۹۵۵ء میں رقم طراز ہیں۔ اس کی عبارت کچھ اس طرح ہے، بلاشبہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے منور شاہ وارثی کو دعاؤں اور کرم خاص سے پوری طرح نوازا اور انھیں اپنے ہاتھوں احرام عطا کیا، منور شاہ وارثی کا

جشن احرام پوشی ۲؍ جنوری ۱۹۵۰ء بروز جمعہ بر مکان علی وارث خاں وارثی جگدیش پور (شاہ آباد) بہار ہوا۔ منور شاہ وارثی نے اپنی تمام زندگی فلاح عام کے لیے وقف کر دی ہے۔ ان دنوں سلسلہ وارثیہ (پاکستان) کے صدر بھی ہیں۔ جب حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی پاکستان پہنچے تو انھوں نے منور شاہ وارثی کے دفتر جو ۸۲ انارکلی لاہور میں واقع ہے اس کو اپنی دعاؤں سے نوازا ساتھ ہی ساتھ ان کے ہیڈ کوارٹر راوی روڈ کو بھی مارچ ۱۹۵۲ء میں خاص طور پر اپنی دعاؤں سے نوازا۔

آپ ایک اچھے شاعر بھی ہیں حاؔلی تخلص فرماتے ہیں۔ آپ صاحب دیوان بھی ہیں۔ نثری تصنیفات میں تعارف وارثیہ اور فقرائے وارثیہ دو کتابیں آپ ہی کی تصنیف کردہ ہیں۔

(۷) الحاج جناب علی وارث خاں صاحب راہؔی وارثی جگدیش پوری

آپ بھی قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے خاص مریدوں میں ہیں، آپ خاندانی وارثی ہیں آپ کے والد بزرگوار جناب وارث علی خاں صاحب مرحوم قبلہ حاجی وارث علی شاہ اعظم اللہ ذکرہٗ کے فدائی مریدوں میں تھے، علی وارث خان وارثی اور آپ کا پورا خاندان قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی سے شرف بیعت رکھتا ہے، خان صاحب موصوف کو بھی اپنے سلسلے سے بے حد لگاؤ ہے۔ سرکار عالم پناہ کے شیدائی ہیں، آپ نے حدود آستانہ میں ایک کمرہ اپنے نام کا اور دوسرا اپنی والدہ محترمہ کے نام کا بنوایا ہے۔ جس میں زائرین دیوہ شریف آکر ٹھہرتے ہیں۔ آل انڈیا درگاہ وارثی ایسوسی ایشن کے لائف ممبر ہیں اور ان دنوں اس کے صدر بھی۔ حاجی وارث علی شاہ سویلیم ٹرسٹ کے ممبر بھی ہیں۔ آپ سابق ایم، ایل، اے، بہار اور ڈائرکٹر مغل لائن آف انڈیا بھی رہ چکے ہیں۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی ہیں اور صاحب دیوان بھی۔ اگرچہ آپ کا بھی کوئی شعری مجموعہ منظر عام پر نہیں آسکا ہے۔ بہت جلد آنے کی توقع ہے۔ آپ شبانہ روز اپنے سلسلے کی فلاح و فروغ کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

(۸) حکیم فرید الدین جامی جاؔمی الوارثی جگدیش پوری

حکیم فرید الدین جامی جامی الوارثی بھی حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے مقربین مریدوں میں ہیں۔ طبیہ کالج دہلی کے فارغ التحصیل حکیم ہیں۔ شاعری سے بھی دیرینہ شغف

ہے، علامہ قتیل داناپوری و مولانا اقفر موہانی وارثی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ کا ایک مجموعہ کلام "خمخانۂ جاتی" کے نام سے بہت جلد منظر عام پر آنے والا ہے، آپ کو قبلہ شاہ صاحبؒ سے والہانہ محبت تھی اور قبلہ شاہ صاحب آپ پر خاص عنایت کی نظر رکھتے تھے، شاہ صاحبؒ موصوف جب جگدیش پور میں رہتے تھے تو مطب کے علاوہ جاتی وارثی کا زیادہ وقت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں گزرتا تھا۔ وصال سے چند سال قبل قبلہ شاہ صاحبؒ نے اپنے مریدوں کے خط کا جواب خود سے لکھ کر دینا بند کر دیا تھا۔ جگدیش پور کے قیام میں اس کام کو بھی جاتی وارثی کے سپرد کر دیا تھا اس لیے ہندوستان سے پاکستان تک کے مریدین آپ کے جاتی وارثی کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ بہتوں سے غائبانہ تعارف ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جن سے حالیہ تعارف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ جاتی وارثی کو مکتوب نویس بارگاہ اوگھٹ بھی کہتے ہیں۔ انھوں نے اپنے جذبات اور تاثرات کو نظم کے پردے میں اظہار فرمایا ہے۔ شیخ کی روحانی اور باطنی تعلیم سے کس درجہ مستفیض ہوئے ہیں، فرماتے ہیں۔

عزت ملی وقار ملا راہ حق ملی
کیا کیا نہ فیض پائے ہیں پیر مغاں سے ہم

یہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اپنے پیر و مرشد کے باطنی تصرفات اور روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پیر کامل اپنے مرید کا ہر حال میں معاون و مددگار ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مرید بھی مرید صادق ہو۔ تصور شیخ کو اپنی زندگی کا سہارا سمجھتے ہیں اور اسی سہارے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ میں ان کے اس شعر کو ان کے معتقدات کا آئینہ سمجھتا ہوں۔

یہ کرم نہیں ہے ان کا، تو پھر اور کیا ہے جاتی
مری زندگی بنا دی، مرے حال کو سنوارا

(۹) عزیز وارثی بچھرایونی

عزیز وارثی بھی آپ ہی کے حلقہ بگوش ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی۔ ان دنوں انجمن اتحاد وارثیہ، لال کنواں، دہلی کے سکریٹری ہیں اور خانقاہ وارثیہ بچھرایوں کے عہدیداروں میں آپ کا نام بھی سر فہرست آتا ہے۔ ہمدرد دواخانہ (وقف) دہلی میں ایک اچھے عہدے پر فائز ہیں، شعر و شاعری کا شوق بھی دیرینہ ہے "سفینہ و ساحل" آپ کا پہلا مجموعہ ہے، ندائے اتحاد دہلی (اخبار) کے ایڈیٹر بھی ہیں، دہلی میں ان کو کون نہیں جانتا۔

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ

آپ کے متعلق پروفیسر آنند موہن زتشی گلزار دہلوی فرماتے ہیں "عزیز وارثی ایک شاداب گل ہیں، خدمت ادب کی بساط پر مشاعروں اور کانفرنسوں کے انعقاد و اہتمام میں بھی انھوں نے میرے قدم بقدم بڑی بڑی خدمات پیش کی ہیں۔ یوم غالب، یوم ظفر، یوم چکبست اور دیگر بہت سے ادبی اجتماعات کی کامیابی میں ان کا پورا پورا اور نمایاں ہاتھ رہا ہے، چوں کہ آپ قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے مرید ہیں اس لیے شاعری میں اکثر جگہ صوفیانہ تاثرات نمایاں ہیں۔" اپنے سلسلۂ وارثیہ کی تبلیغ و اشاعت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔
(از سفینہ و ساحل صفحہ ۱۳ مرتبہ گلزار دہلوی ۱۹۵۰ء)

(۱۰) محمد رئیس الدین خاں وارثی بچھرایونی

رئیس الدین خاں وارثی بھی قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے مرید ہیں، آپ خانقاہ وارثیہ بچھرایوں کے متولی اور مہتمم بھی ہیں۔ قبلہ شاہ صاحبؒ موصوف کے خاص عزیزوں میں ہیں اور ان دنوں ایم، ایل، اے بھی ہیں۔ خانقاہ وارثیہ بچھرایوں کا ماہانہ قل ہو یا سالانہ عرس پاک جو یکم چیت لغایت ۴ چیت ہوتا ہے نیز دیگر انتظامات کو بھی بڑے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں۔ اور اپنے سلسلے کے فروغ کے لیے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔

(۱۱) ناظم علی خان وارثی

آپ کو بھی قبلہ شاہ صاحب سے شرف بیعت حاصل ہے۔ اپنے پیر کے شیدائی ہیں اور ان کو ہر حال میں اپنا معاون و مددگار سمجھتے ہیں۔ خاموش طبیعت کے آدمی ہیں، پیر کی یاد میں ان کا زیادہ وقت گزرتا ہے۔ اپنے سلسلے کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

(۱۲) ماسٹر عبدالرؤف خاں وارثی

عبدالرؤف خان وارثی بھی قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے حلقہ بگوش ہیں، ان کا واقعہ بیعت روحانیت سے تعلق رکھتا ہے۔ خود ان کے الفاظ میں "میرے گھر میں سرکار عالم پناہ کا ایک مرقع تھا جو میرے والد بزرگوار لائے تھے اور وہ اکثر میری والدہ سے سرکار کی بزرگی اور کرامت کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ میں بھی بغور سنتا تھا، کچھ دنوں بعد سرکار عالم پناہ کے لیے اپنے دل میں ایک لگاؤ سا محسوس کرنے لگا۔ شوق کی رہبری میں اس مرقع کو فریم کرا کر اپنے بکس

میں رکھ لیا اور ہر صبح اس کی زیارت کرنا ایک معمول سا بن گیا تھا۔ بعد میں بغرض تعلیم مجھے باہر جانا پڑا تو یہ بھول سا گیا۔ پندرہ سال کے بعد دیرینہ شوق جو مفقود سا ہو گیا تھا۔ جاجی صاحب کی صحبت میں سرکار عالم پناہ کا ذکر پیہم سننے سے ایک بار پھر ابھر آیا۔ بات ان دنوں کی ہے جب میں کالج سے زمانہ تعلیم مکمل کر کے آیا تھا اور عمر کے ساتھ ساتھ میری امنگیں اور ولولے جوان تھے۔ پیری و مریدی کو غیر ضروری سمجھتا تھا۔ عشق مجازی کو عشق حقیقی پر ترجیح دیتا تھا۔ ایک روز جاجی وارثی حسب دستور میرے پاس آئے اور قبلہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی مدح و ستائش کرنے لگے چونکہ میں اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا معتقد نہ تھا اس لئے ان کی باتوں کو سن تو ضرور لیتا تھا۔ معاً مجھے حاجی صاحب قبلہؒ کی یاد آئی اور میں نے قطع کلام کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ آپ برائے مہربانی کوئی ایسی ترکیب بتائیے کہ میں سرکار عالم پناہ کی عالم رویا میں زیارت کر سکوں تو انھوں نے بہ خوشی ایک وظیفہ یہ کہہ کر کہ یہ جناب اوگھٹ شاہ صاحب کا عطیہ ہے۔ سونے سے پہلے پانچ مرتبہ پڑھ لیا کیجئے۔ میں نے پابندی کے ساتھ اس پر عمل کیا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر شب بجائے حاجی صاحب قبلہؒ کے اوگھٹ شاہ صاحب خواب میں آنے لگے، ایک دن وہ جب تشریف لائے تو میں ان سے مودبانہ عرض کیا کہ میں قبلہ حاجی صاحبؒ کی زیارت سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں اتنا کہنا تھا کہ حضرت غائب ہوگئے اور ان کی جگہ قبلہ حاجی صاحب تشریف فرما تھے۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ سارا ماحول ایک حسین روشنی سے منور ہو گیا انھوں نے اپنا دست مبارک میری جانب بڑھایا میں نے فوراً آپ کے ہاتھوں کو تھام لیا انھوں نے مجھ کو بیعت فرمایا پھر آپ کی جگہ فوراً اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کو اسی انداز میں بیٹھے ہوئے پایا۔ بعدہٗ میری آنکھ کھل گئی تو اپنے اندر ایک عجیب کیف و سرور محسوس کیا جو بیان سے باہر ہے۔ اس طرح میں اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی باطنی شخصیت اور ان کے بلند پایہ مقام سے آشنا ہوا، ظاہر ہوا کہ یہ ان کا روحانی تصرف نہیں تو اور کیا ہے جو مجھ سے جیسے جاہل کو چشم زدن میں حجاب دوئی اٹھا کر اس بات کی تصدیق کرا دی کہ "وارث مجھ میں اور میں وارث میں" جب آپ پاکستان سے واپس آئے تو میری بے تابی اتنی بڑھی کہ دوسرے دن قدموں میں سر رکھ کر ظاہری بیعت کا اعلان کر دیا۔ چونکہ آپ ۱۲ مارچ ۱۹۵۲ء کو پچھرایوں کے لیے روانہ ہو گئے۔ آپ کی واپسی جب پٹنہ ہوئی تو علالت کی خبر سن کر میں حاضر ہوا تو التجا کی کہ حضور جگدیش پور کب آئیے گا تو فرمایا کہ میں پچھرایوں جاؤں گا۔ مکرر سہ کرر یہی فرمایا کہ میں پچھرایوں جاؤں گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ آخری بیماری تھی۔ چنانچہ ۱۸؍ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۷؍ ستمبر ۱۹۵۲ء کو جاجی وارثی کے ساتھ پٹنہ

گیا تو آپ سخت علیل تھے۔ امیر علی خاں وارثی ایڈووکیٹ پٹنہ کے پوچھنے پر جاجی وارثی نے کہا کہ آج قبلہ شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش ہے بہت ممکن ہے کہ آج آپ اس دنیا سے رخصت فرمائیں اور یہی ہوا کہ ۸ بج کر ۳۵ منٹ شب آپ واصل حق ہوئے۔ جاجی وارثی کے ساتھ غسل میں مجھ کو بھی شریک ہونے کا موقع ملا۔ آپ کا جنازہ پٹنہ سے دیوہ شریف اور پھر وہاں سے اہل پچھرایوں اپنے یہاں لے گئے اور آپ وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ اس طرح آپ نے اپنے پچھرایوں جانے کے قول کو سچ کر دکھایا۔ اللہ والوں کی کیا بات ہے۔ سبحان اللہ۔"

جگدیش پور میں آپ سے بہت سارے لوگ شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان میں بہت سے لوگ اللہ کو پیارے ہوگئے اور بہت سے بقید حیات ہیں۔ مرحومین وارثی کے کچھ نام پیش کرتا ہوں۔

(۱۴) امیر علی خاں وارثی ایڈووکیٹ

امیر علی خاں وارثی پٹنہ ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتے تھے۔ قبلہ شاہ صاحبؒ کے خاص مریدوں میں تھے۔ حاجی وارث علی شاہ مسولیم ٹرسٹ کے ممبر بھی تھے اور آل انڈیا درگاہ وارثی ایسوسی ایشن کے صدر بھی۔ ۱۹۶۰ء میں مع اپنی والدہ محترمہ کے حج بیت اللہ بھی گئے تھے۔ آستانہ عالیہ کے احاطے میں دو چھتہ کمرے ایک اپنے نام اور دوسرا اپنی اہلیہ کے نام کا تعمیر کرایا ہے۔ آپ کو سلسلہ عالیہ سے قلبی لگاؤ تھا۔ اپنے سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کے لیے بڑی سرگرمی اور گرم جوشی سے کام کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ۱۹۶۰ء میں ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ نے اپنی تمام جائیداد و مال و اسباب حاجی وارث علی شاہ مسولیم ٹرسٹ میں وقف کر دیا۔

علاوہ ازیں حبیب رضا خاں، محمد موسیٰ کلیم۔ حافظ احمد حسین، ڈاکٹر شہاب حسین، شاہد علی، امانت حسین، عبدالغنی، محمد جمیل، محمد قادر بخش، علی رضا خان، محمد حنیف، حکیم عبدالحکیم وغیرہ۔ موجودہ کچھ مریدوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ حافظ عبدالجلیل، عبدالغفار، رستم علی خاں، حاذق علی خاں، احسان اللہ خاں، نثار وارث خاں، اقبال وارث خاں، انعام وارث خاں، انصار وارث خاں، جاوید وارث خاں، اسد وارث خاں، شفیق علی خاں، مظفر پوری، انوار الحسن، رحمت علی، ڈاکٹر نثار اللہ، محمد سعید کراچی، محمد ادریس کراچی، وغیرہ۔ مرحومین یا موجودہ

مریدوں کے حال کو مجملاً بھی لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے گی۔ اس لیے اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کچھ لوگوں کے نام پر اکتفا کیا گیا ہے[1]۔ مستورات کو تو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ عزیز وارثی کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ جو جملہ مریدوں کے حسب حال ہے۔

ہر دلعزیز ہے یہ اوگھٹ کا آستاں
ہر وقت فیض یاب ہیں اس آستاں سے ہم

☆☆☆

۱۔ فاضل محقق نے مندرجہ بالا اسمائے گرامی صرف ان حضرات کے تحریر فرمائے ہیں جن سے ان کی ذاتی واقفیت تھی۔ مگر راقم ایسے بہت سے دست گرفتگان سے واقف ہے جو دہلی میں داخل سلسلہ ہوئے۔ جن میں سے چند نے تقسیم برصغیر کے بعد وہیں قیام کرنا پسند کیا اور دیگر ایسے حضرات تھے جو نقل مکانی کر کے پاکستان تشریف لے آئے۔ ان کے علاوہ دورانِ قیام پاکستان میاں صاحب کے ذریعے داخل سلسلہ ہوئے۔ گو تمام حضرات کے نام اپنی یادداشت کی بناء پر، تحریر کرنا "خیال است و محال است" کا مصداق ہے تاہم ذیل میں جو اسمائے گرامی دیے جا رہے ہیں یہ ان حضرات کے ہیں جو کسی بھی وجہ سے شامل ہونے سے رہ گئے تھے اور راقم بلا کسی اشتباہ کے شامل کر رہا ہے۔ مگر یہ بھی کوئی حتمی فہرست نہیں ہے چونکہ نامعلوم کتنے اصحاب کے نام ذہن سے محو ہو گئے ہیں۔

ہجرت کر کے آنے والے کچھ اصحاب:
شیخ غیاث الدین، حافظ محمد ادریس، حافظ صباحت اللہ، حافظ محمد جمیل، خاں صاحب ادریس، محمد یعقوب قریشی، محمد ادریس قریشی، احمد الدین، عبدالوہاب (کلاں)، عبدالسلام، عبدالوہاب (خورد)، عبدالقدوس، عبدالقیوم، اقبال شاہ، احمد شاہ، معراج الدین، معین الدین، غلام محی الدین، نواب محمد احسن، محمود جان، محمد سعید، ایس ایم رفیق، ایس ایم لئیق، سعید خاں، جمیل الرحمان، عبدالشکور، عبدالرؤف، عبدالخالق، عبدالواحد، عبداللہ، محمد احمد، نور احمد، مقبول احمد، عبدالماجد، عبدالودود، سید منظور حسین، سید سردار حسین، محمد واصل خاں، محمد عمر فاروق (ایڈیٹر اخبار انجام دہلی / کراچی و موسس روزنامہ آغاز کراچی)، بابو اسلام الدین، محمد عاقل، جمیل بیگ، رحیم بیگ، وحید علی، عبدالخالق۔ (آخرالذکر تینوں اصحاب پاکستان نہیں تشریف لائے)۔

کراچی میں داخل سلسلہ ہونے والے چند اصحاب:
غلام اکبر، غلام اعز، محمد زبیر، آفتاب احمد خاں، شفیق احمد، ساجد حسین، غلام حسنین، غلام مصطفیٰ، غلام تقی الدین، عثمان قریشی، عبداللطیف خاں، ابوالحسنات، ساجد علی خاں، عبدالغفار، عبداللطیف، محمد جمیل خاں، سعید قریشی، رشید احمد (رنگون والے)، عبدالرحیم (رنگون والے)، عبدالحئی، عبدالوارث، محمد افضل، مہتاب الدین، ایس ایم وسیم، ایس ایم شمیم، ایس ایم حسیم، منظور احمد، ذوالفقار، محمد جمیل، غلام حیدر، غلام سرور، محمد فیروز، محمد زبیر، نواب وارثی، الطاف حسین قریشی، ارشاد خاں، شمشاد قادری، راشد احمد، عبدالحئی، عبدالوارث، محمد عابد، اختر حسین، زاہد حسین، ساجد حسین، توصیف حسین، عبدالمقصود، ڈاکٹر محمد مستحسن، محفوظ الحسن، محمد انیس، محمد مظہر، محمد ضیاء، عابد حسین، حافظ حسن، رشد علی خاں، شہزاد علی خاں، مسعود علی خاں، اطہر علی خاں، محمد سلیم، محمد فاروق، محمد ظفر، محمد منور، محمد ذوالفقار، رشید خاں، رضا شاہ، اکرم شاہ، صمد شاہ، سلیم قریشی، حسیم قریشی، وسیم قریشی، اسلم شہزاد، محمد امجد، محمد علی، محمد اشرف، محمد نوید، جمیل خاں، شاہد خاں، عارف خاں، عبدالعزیز، عبدالطیب، عبدالحبیب، عبدالوارث، محمد ہارون، شفیق الرحمان، خلیل الرحمان، محمد مسعود، وغیرہ وغیرہ۔ (مندرجہ بالا اسمائے گرامی کی ترتیب بالا لحاظ مقام و مرتبہ ہے۔) (ناشر)

(۳)

اوگھٹ شاہ وارثی کی ادبی و شعری خدمات

پس منظر

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ ایک بزرگ صوفی خانوادے کے چشم و چراغ تھے اور پیرزادے بھی۔ آپ بچھرایوں (ضلع مراد آباد) یوپی کے سربرآوردہ مسلم چودھری خاندان میں شاہ شمس الدین صاحب صابری، چشتی، قادری کے یہاں ۸؍ محرم الحرام ۱۲۹۱ھ کو تولد ہوئے۔ آنکھیں کھولیں اور اس مقدس ماحول میں شعور کو پہنچے۔ آپ کی تعلیم و تربیت کن کن بزرگوں کے آغوش میں ہوئی ہے اس کا تفصیلاً ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے حصول تعلیم ظاہری کے بعد فن شاعری کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ ایک وہبی اور خاندانی شاعر تھے۔ قدرت نے انھیں ذوق سلیم اور فکر رسا عطا کی تھی آپ کے والد بزرگوار شاہ شمس الدین صاحب صابری، چشتی، قادری بھی ایک بلند پایہ شاعر تھے ان کے عم اقدس بھی اچھے شاعر تھے گویا آپ کو فن شاعری بزرگوں سے ورثے میں ملا تھا۔ آپ نے اس فن کو کلی طور پر حاصل کیا اور خونِ جگر سے اس کی پرورش کرتے رہے۔

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی طبیعت بے حد حساس تھی، انھوں نے سرد و گرم زمانہ کو خوب محسوس کیا، چنانچہ آپ نے اپنے والد بزرگوار کی ہدایت کے مطابق سیر و سیاحت کرتے ہوئے دیوہ شریف (بارہ بنکی) حضرت حاجی صاحب قبلہ سے بیعت کی۔ والد بزرگوار کی صحبت اور توجہ نے ابتدا میں آپ کو روحانیت میں کامل کر دیا تھا۔ اور پھر سرکار عالم پناہ کی مخصوص عنایت نے اس میں اور بھی جلا پیدا کر دی۔ آپ کی بیعت لینے کے بعد جلد ہی انھیں اپنا احرام پوش فقیر بنا دیا اور انھیں اپنے والد بزرگوار کے مزار پر رہنے کا حکم دیا اور آپ کا نام

بھی بدر الدین کی جگہ اوگھٹ شاہ رکھا۔ اسی طرح تصوف شعاری، فقر و درویشی کی طرف فطری ذوق نے اور بھی روحانی تجربے عطا کیے یہی وجہ تھی کہ شاگردی شیدا وارثی کی اختیار کی جو سلسلہ وارثیہ کے زبردست عالم، بلند پایہ شاعر اور مصنف حیات وارث تھے۔ خود شیدا میاں نے اوگھٹ صاحب شاہ وارثی کے بارے میں فرمایا ہے۔ "غرض اخوان ملت کو فن شاعری سے غیر معمولی مناسبت ہونے کا سبب ظاہری یہی معلوم ہوتا ہے کہ عرض حال کے واسطے یہ بہترین طریقہ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اوگھٹ شاہ وارثی جو سرکار عالم پناہ کے قدیم خرقہ پوش فقیر ہیں، ان کا بھی نصب العین یہی دیکھا کہ اپنے قیام کے زمانے میں اکثر تنہائی کے وقت صوفیائے کرام کے چیدہ چیدہ اشعار جن کے مضامین اپنے حسب حال ہوتے تھے پر سوز لہجہ میں سرکار عالم پناہ کو سناتے تھے اور جب یہ عمل مفید ثابت ہوا اور شوق کو تحریک ہوئی تو رفتہ رفتہ طبیعت موزوں ہوئی اور اپنے تخیلات کا نظم کے پردے میں اظہار فرمانے لگے۔" (حیات وارث صفحہ ۴۰۷)

حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کی شاعری اور انفرادیت کے متعلق مندرجہ بالا تعارف کے علاوہ ہمیں اس بات کا ثبوت خود آپ کی تحریر کردہ کتاب رشحات الانس حصہ اول سے بھی ملتا ہے، اسی طرح اوگھٹ شاہ صاحب وارثی اپنی شعری کامیابی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ آخری ایام میں حضور انور کی خوراک کم ہوتی تھی، آپ مرشد کے کھانا تناول فرمانے کے وقت مشائخین کا عاشقانہ کلام اور بعض مجاذیب کے تذکرے یا قلندرانہ مذاق کے کچھ جملے سنانے لگے تاکہ موصوف دو چار لقمہ زیادہ تناول فرمائیں۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے والد بزرگوار کا کلام سنایا کافی محظوظ ہوئے اور فرمایا "وہ فقیر تھے" حضرت امیر خسروؒ کا کلام زیادہ پسند فرماتے تھے اور اکثر ارشاد فرماتے تھے "مرید ہو تو ایسا ہو" شاہ صاحب موصوف نے پیر و مرشد کے رمز کو پا لیا تھا۔ آپ نے آخر تک اپنی تحریر و تقریر اور اپنے کردار، گفتار و ہر طریقے سے امیر خسروؒ کا رول ادا کیا یہی وجہ ہے کہ آپ دربار وارثیہ کے مقرب ترین فقرا اور شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے ابتدائی حالات زندگی کا ذکر بھی ان کی ادبی اور شعری خدمات کے سلسلے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت نے خود اپنی ابتدائی حالات زندگی کچھ اس طرح بیان کیے ہیں۔

"ہر چند اس فقیر کا آج کوئی مسکن و مکان نہیں لیکن اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ قصبہ چھجراؤں ضلع مراد آباد کا رہنے والا ہوں۔ اور آج بھی اس قصبے میں جب آتا ہوں تو والد ماجد کا مزار چونکہ مسجد سہراب شاہ میں ہے، اس لحاظ سے حسب ہدایت پیشوائے برحق وہیں قیام کرتا

ہوں، میری پیدائش ۸/ محرم الحرام ۱۲۹۱ھ میں ہوئی میرا آبائی نام بدر الدین تھا اور والد بزرگوار کا شاہ شمس الدین صابری علیہ الرحمہ جو ابتدا میں زمیں دار اور ملازمت پیشہ تھے لیکن بعدہٗ حاجی غلام رسول صاحب، قادری قدس سرہٗ العزیز مسند آرائے گودھنا شریف ضلع بلند شہر کے جب مرید ہوئے اور شاہ صاحب موصوف نے سیاحت کا حکم دیا تو مسلسل بارہ سال تک سیر و سیاحت میں مصروف رہے اور ہر طریق مشرب کے مشاہیر حضرات کی صحبت سے مستفیض ہوئے، لیکن بعض فقرائے ہند کے ساتھ بھی رہنے کا اتفاق ہوا جیسا کہ آزاد خیال حضرات کا مذاق ہوتا ہے۔ بقول۔

تمہی جگ میں آئے کے سب سے ملے دھائے   نہ جانے کہ بھیس میں نارائن مل جائے

ماخوذ رشحات الانس صفحہ ۲

آپ کا وطن مالوف چھجراؤں (مراد آباد) یوپی ہے جو ہندوستان کا اہم مرکزی تاریخی حصہ ہے، اور تہذیبی گہوارا رہا ہے جہاں مسلم تہذیب کی بہترین یادگاریں موجود اور محفوظ ہیں۔ جنہیں دیکھنے کے بعد مسلمانوں کے شاندار ماضی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ آپ نے اس تاریخی قصبے کے شریفانہ ماحول میں آنکھیں کھولیں جو تہذیب و معاشرہ دیکھا اور پر شکوہ ماضی کے بچے کچھے اثرات دیکھے ان کا مشاہدہ تجربات دراصل ان کے تعمیر فن کے اجزا ہیں۔

اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ہر چند کہ ایک صوفی صافی اور درویش ولی صفت تھے۔ وہ روحانیت کے کس درجے پر فائز تھے اس کا اندازہ تو مشکل ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ ایک عام انسان کی شکل میں ہمارے صالح معاشرے کی بہترین یادگار ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا بیان بھی یہاں ضروری ہو جاتا ہے۔ خود حضرت کی زبانی ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا ذکر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں کوٹھے پر سے گرا تھا تو پارہ عم میں سورۃ کافرون پڑھتا تھا، لیکن قرآن مجید ختم کرنے کے بعد سرکاری مدرسے میں داخل ہوا تو والد ماجد نے چودھری محمد احسن خاں صاحب کے سپرد کیا جن کی خوش بیانی آج تک مشہور ہے اور ورزش میں استاد بدھو آہنگر کا شاگرد کرا دیا۔ چونکہ والد ماجد نے پھر سیاحت نہیں فرمائی اس لیے اکثر درویش آپ کی ملاقات کو چھجراؤں آتے بلکہ پنجاب سے ہندو فقیر بغرض استفاضہ و رفع شکوک جب آئے تو ان کا قیام مہادیو مندر میں ہوا، والد ماجد وہیں جا کر شیتل تالاب پر بیٹھتے تھے۔ کسی سے اذکار و اشغال کا تذکرہ، کسی سے رموز توحید میں گفتگو ہوتی تھی اور کسی کو یوگ اور

جوگ کے مخصوص قواعد و فوائد سے آگاہ فرماتے تھے اور چونکہ میں ہر وقت ساتھ رہتا تھا اس لیے وہ یادگار صحبتیں یاد ہیں اور ان کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔"

ماخوذ از رشحات الانس

اس طرح حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے اپنے دور کی سیاسی تحریکات کا بھی اثر لیا تھا۔ بچھرایوں (مراد آباد) کے اس تاریخی پس منظر میں شاہ صاحب موصوف کا کلام ملاحظہ فرمائیں تو ان کی صوفیانہ غزلیں، قومی نظمیں اور قطعات، ہزنامہ اور علم و فن میں وہ چنگاریاں ملیں گی جو اس تحریک کے شعلوں کی حامل ہیں۔ آپ کی موضوعاتی نظمیں بیش تر انھیں احساسات و مشاہدات کی زائیدہ و پروردہ ہیں۔

(ا) نثری تصنیفات، ایک اجمالی نظر

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کے نثری اور شعری مجموعوں کے علاوہ دیباچہ میں ان کی فہرست کتب کو دیکھنے سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے شعری مجموعوں کے علاوہ نثری ادب میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور یہ ساری کتابیں آپ کے مذاق علمی کی یادگار ہیں۔ مصنف کی اکثر کتابیں تو تشنۂ طبع رہ گئیں مگر جن کتابوں کو شائع ہونے کا شرف حاصل ہے ذیل میں انھیں کتابوں کا ذکر کرنے جا رہا ہوں، آپ کی نثری تصنیفات جو دستیاب ہو سکیں ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(ا) رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس

جلد اول۔ بڑی تقطیع ۲۰x۲۶ کے ایک سو سولہ صفحات پر چھپی ہے۔ تاریخ طبع ۱۹۲۶ء ہے۔ جیسا کہ آخر میں چھپے ہوئے قطعات تاریخ سے پتہ چلتا ہے، یہ کتاب ضلع مراد آباد میں باہتمام محمد قادر بخش مالک مطبع سے آراستہ ہوئی۔ مصنف کی اس کتاب کے کئی ایڈیشن مختلف جگہوں سے شائع ہوئے ہیں پھر بھی کمیاب ہے۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں اپنی سوانح حیات بیان کی ہے۔ قبل اپنے حالات زندگی کے مصنف نے مقدس حضرات کی سوانح حیات کے بارے میں لکھا ہے "خصوصیت انھیں برگزیدہ ہستیوں کے تذکروں میں ہے جن کو تقرب الٰہی کا شرف اور حیات جاوید حاصل ہے اور جو واقعی انسان بلکہ انسان کامل ہیں اس لیے ان کا عہد ظاہری جس طرح خلق کو فائدہ پہنچاتا ہے، اسی طرح ان کا باطنی تصرف بھی ساری و دائر ہے اور رہے گا

کیوں کہ بقائے ایزدی نے ان کو حیات سرمدی مرحمت فرمائی ہے۔ بقول جامی علیہ الرحمۃ۔

زندۂ عشق نہ مرد است و نمیرد ہرگز   لایزالی بود ایں زندگی ولم یزلی"

پھر اس سلسلے میں آگے فرماتے ہیں کہ انھیں حضرات کے حالات و واقعات قابل ذکر ہیں اور ان کے اقوال و افعال میں تاثیر بھی ہوتی ہے کہ صدیوں کے بعد بھی ان کے مطالعہ سے ناظرین کامیاب اور فائز المرام ہوتے ہیں۔

رشحات الانس۔ صفحہ ۵

لوگوں کے اصرار پر اپنے حالات زندگی کو قلم بند کرنے کے سلسلے میں اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی خاکساری اور پیر پرستی کا اندازہ بھی اس کتاب میں اس جگہ ہوتا ہے جہاں وہ یہ فرماتے ہیں۔

"چنانچہ اکثر احباب نے اس فقیر سے فرمایا کہ تم اپنے حالات زندگی قلم بند کرو، ہماری واقفیت کے لیے مفید اور کار آمد ہوں گے۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہی عرض کیا کہ فقرائے کاملین کے تذکرے مفید ضرور ہوتے ہیں مگر وہی حضرات جو صاحب خیر و برکات ہیں ان کے اقوال و افعال چونکہ حقانیت سے مملو ہوتے ہیں اس لیے ان مقدس ہستیوں کے حالات و واقعات میں بھی یہ اثر مضمر ہوتا ہے کہ ان کے مطالعہ سے ناظرین کے عادات شائستہ اور خیالات پختہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ بزرگوں کے تذکرے بھی فیض و تصرف سے خالی نہیں ہوتے جب کہ میری ہستی سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچا تو میرا تذکرہ کب سود مند ہوگا۔ لیکن بار ہا جب احباب نے یہی اصرار کیا تو مجبوراً مجھ کو خیال ہوا کہ میرے حالات تو درحقیقت معمولی واقعات ہیں جو ہرگز اس لائق نہیں کہ نذر ناظرین کروں۔ البتہ میری زندگی کا وہ حصہ جو پیشوائے برحق کے حضور میں گذرا ہے وہ اس وجہ سے قابل ذکر ضرور ہے کہ ایسے ہادیٔ کامل کا فقیر اور دست گرفتہ ہوں جس کی عظمت و رفعت کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے اگر اس سلسلہ میں اپنی بیعت و ارادت اور اپنی تہبند پوشی کا ذکر کروں تو شاید زیادہ مناسب ہوگا کیوں کہ درحقیقت وہ ذکر سیدی و مولائی مرشدی سرکار عالم پناہ آیۃ من آیات اللہ حضرت وارث پاکؒ خلف الصدق صاحب لولاک کے فیضان کا ذکر ہوگا۔ بقول مولانا علیہ الرحمۃ۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں"

ماخوذ از لمعات القدس

لہٰذا اوگھٹ شاہ صاحب وارثی اپنی کتاب میں در پردہ اپنی حقیقی زندگی کے حالات یعنی

واقعات جو بارگاہ وارثی میں حاضری کے وقت دیکھے ہیں وہی نگارش کرتے ہیں۔ لیکن محض سلسلے کی غرض سے پہلے اپنی ابتدائی کیفیت اور آبائی حالات کا مختصراً بیان کیا ہے جس کو پس منظر میں لکھ چکا ہوں۔ اس طرح مصنف نے اس کتاب میں نہایت ادق اور اہم موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ مگر اپنے تجربہ، علمی اور نکتہ سنجی کی قوت سے سہل اور عام فہم بنادیا ہے، مثلاً اپنے ابتدائی حالات زندگی کو کس قدر سلیس اور عام فہم زبان میں پیش کیا ہے جو ان کی سلیس بیانی اور رواں بیان کی مثال آپ ہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ حضرت مصنف نے اپنے کوٹھے سے گرنے کے واقعہ کو کس خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے اور اس سلسلے میں اپنی یادداشت کی مضبوطی اور پختگی کا بھی ثبوت دیا ہے، ملاحظہ ہو وہ عبارت۔ "جب میرے والد بزرگوار اجمیر شریف میں حاضر تھے کہ کچھرایوں میں یہ واقعہ پیش آیا کہ سقف مکان سے شارع کی طرف میں گر پڑا لیکن مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ اس گرنے میں صاف طور پر دیکھا کہ ایک زن مجذوبہ نے مجھ کو گود میں لے لیا، چنانچہ باوجود اس بلند چھت سے اور پختہ سڑک پر اس طرح گرا کہ زندہ رہنا ناممکن تھا، مگر پیران طریقت کے فیضان سے میرے اعضا چوٹ سے بالکل محفوظ رہے۔ بقول مولانا علیہ الرحمۃ۔

اولیا راہست قدرت از الہ　　تیر جستہ باز گرداند زرہ"

ماخوذ از رشحات الانس۔ صفحہ ۸

مندرجہ بالا واقعہ میں مصنف نے ایک اہم نکتہ یہ بھی پیش کیا ہے کہ جو شخص اپنے پیر و مرشد پر یقین کامل اور بھروسہ رکھتا ہے اور اس سے محبت قلبی سے تعلق رکھتا ہے تو اس کا پیر و مرشد ہر حالت میں اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی دل جوئی کرتا ہے وہ کبھی نقصان میں نہیں پڑ سکتا۔ مگر اس کے لیے یقین شرط ہے۔ دوسری اہم خوبی اس کتاب کی یہ بھی ہے کہ مصنف نے سیدھی سادی بات کو بھی بڑے دلچسپ انداز میں بیان کر دیا ہے، مصنف نے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ انسان اگر صدق دل سے اور مصمم ارادہ کر کے کوئی کام کرنا چاہے تو اس کی مدد کا غیب سے بھی خدا انتظام کرا دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی ایک دیرینہ خواہش جو ان کے والد محترم کا حکم بھی تھا کہ تم دیوہ شریف جا کر قبلہ حاجی صاحب کے دست گرفتہ اور فقیر ہو جانا مگر حضرت اپنی والدہ کی مسلسل علالت کی وجہ سے دیوہ شریف کا سفر ان کی حیات میں نہ کر سکے اور پھر جب والدہ کا انتقال ہو گیا اور حالات پریشان کن ہو گئے تو تھوڑے عرصہ کے لیے یہ خیال بھی ان کے ذہن سے نکل گیا مگر والد محترم نے انھیں ایک خواب دکھلایا جس کا مقصد یہی تھا کہ وہ جلد سے جلد دیوہ شریف جائیں اور سرکار عالم پناہ سے مرید ہوں

اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے جیسا کہ خود فرمایا ہے۔

"ہر چند ناداری کے باعث اس سفر کی اہمیت زیادہ معلوم ہوتی تھی بلکہ اکثر مایوس ہو جاتا تھا لیکن کوئی قوت پھر آمادہ کرتی تھی اور دل افسردہ بے ساختہ کہتا تھا۔

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت　　عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

ناگاہ غیب سے یہ سامان ہوا کہ ایک ضعیفہ جو والد محترم کی مریدہ تھی وہ آئی اور پچاس روپے پیش کرنے کے بعد کہا کہ یہ میرے پیر کا حکم تھا جس کی میں نے تعمیل کی کہ اب حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں جاؤ۔ میں نے خیال کیا کہ اس سفر کے واسطے پچاس روپے زائد ہیں اس لیے بمصداق "ہر چہ گیرد مختصر گیرد" پچیس روپے اس ضعیفہ کو واپس کیے اور بقیہ پچیس روپے لے کر شوق ارادت میں یہ شعر پڑھتا ہوا کچھرایوں سے روانہ ہوا۔

جاتے ہیں اب تو کوئے بت لالہ فام کو　　اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام کو"

لمعات القدس صفحہ نمبر ۱۳

مصنف نے جا بجا برمحل اردو فارسی کے اشعار لکھ کر اور بھی زور دار بنا دیا ہے۔ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا سلسلہ طریقت تھا جو اس تصنیف کی روح ہے۔ آپ جب سرکار عالم پناہ کے در دولت پر حاضر ہوتے ہیں اور وہاں کا منظر دیکھتے ہیں تو اس کا بیان کس دلکش اور دلفریب انداز میں بیان کرتے ہیں۔

"الغرض بعد تمام تگ و دو جب یہ سعادت نصیب ہوئی کہ سرکار عالم پناہ کے در دولت پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ قدیم وضع کا ایک پختہ مکان ہے جس کی سادگی میں ایسا دلفریب حسن نظر آیا اور اس کی عظمت کا وہ اثر مجھ پر ہوا کہ بلحاظ مشرب اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔

کاخیست سر خاک بنا گشتہ ودر قدر
بر کنگرۂ چرخ کلاہ سرمہ شد

سامنے جا کر یہ دیکھا کہ اس آستانہ وارثی کا باب صدر مشرقی سمت متوسط پیمانہ کا مگر امتیازی شان رکھتا ہے اور اس کے سامنے وسیع صحن ہے جس میں دروازے کے شمالی پہلو کے قریب چاہ پختہ اور جنوب کی طرف جس کے آگے سائبان اور اوپر بالاخانہ ہے۔"

لمعات القدس صفحہ ۱۴

اس طرح حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی سرکار عالم پناہ تک پہنچے اور حضور وارث پاک کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر سکے۔ قبلہ حاجی صاحب نے انھیں مرید کر لیا اور مرید ہونے کے بعد

حضرت بچھراؤں آئے اور اس کے بعد پھر دیوہ شریف پہنچے۔ ابھی حضرت کے دل میں ایک خواہش تہبند پوشی کی رہ گئی تھی اور ساتھ ہی اپنے یوسف جمال پیشوا کے جان نثار غلاموں میں شمار ہونے کا خیال بھی دامن گیر تھا۔ شاہ صاحب موصوف نے اصرار کیا کہ انھیں تہبند عطا کیا جائے آخر سرکار عالم پناہ نے انھیں طلب فرمایا۔ سرکار وارث پاک کی خدمت میں جانے اور تہبند پوشی کا واقعہ خود حضرت کی زبانی ملاحظہ ہو۔

"جب شاہ فضل حسین صاحب نے مجھ کو بلا کر کہا کہ تہبند لے کر جاؤ میں فوراً تہبند مع لنگوٹ اور رومال کے بارگاہ وارثی میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ کمرہ میں حضور کے پاس رحیم شاہ، نور محمد شاہ، قاضی بخشش علی اور بادشاہ حسین خاں حاضر ہیں میں نے تہبند پیش کیا جناب نے وہ تہبند زیب جسم فرمایا اور اپنا تہبند اور لنگوٹ مجھ کو مرحمت فرما کر ارشاد ہوا کہ باندھ لو اور نور محمد شاہ سے خطاب ہوا کہ ان کو لنگوٹ کی گرہ بتادو۔ چنانچہ جس وقت وہ لنگوٹ اور تہبند باندھ کر قدم بوس ہوا تو ہیبت حق سے مجھ کو پسینہ آگیا۔ حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ "بادشاہ حسین یہ فقیر کا بیٹا ہے یہاں اگر نہ آتے تو قیامت میں کھنچے پھرتے۔ آج سے ان کا نام اوگھٹ شاہ ہے۔" جیسا کہ حضرت اپنے پوربی بھاشا کے دوہے میں خود فرماتے ہیں۔

گھٹ، گھاٹی، گھاٹ نہ اوگھٹ جانے، نہ جانے کو نو رہ
کرپا بھئی گرو وارث کی، جو ہوگئے اوگھٹ شاہ

رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ اول اپنی تعلیم و تلقین کے اعتبار سے تمام محاسن معنوی پر محیط ہے، اخلاق و تصوف پر لکھی گئی کتابوں میں لمعات القدس کا ایک الگ مقام ہے، اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے اس کتاب میں سرکار وارث پاک کے ملفوظات اور فرمودات کا نچوڑ پیش فرمادیا ہے۔ اپنی اس کتاب کا اختتام ان لفظوں میں کیا ہے۔

"لہٰذا اب میں یہ رسالہ اس عذر کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ جب یہ مسلمہ ہے کہ شہنشاہ اقلیم سرکار عالم پناہ کے تصرفات و ہدایات بھی یقینی جذبات عشق اور خصوصیات محبت سے خالی نہیں تو عشق کے رموز و اسرار مجملاً بیان کرنا بھی دشوار ہے۔ بقول۔

سخن عشق نہ آنست کہ آید بزباں
ساقیا! مے دہ و کوتاہ کن ایں گفت و شنید"

اس طرح حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی یہ کتاب رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ اول مقبول خاص و عام ہوئی۔ یہ کتاب صوفیانہ ادب کی نثری کتابوں میں بہت مشہور ہے، ساتھ ہی یہ کتاب ادبی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ بھی ہے۔

(۲) شہاب ثاقب موسوم بہ ردِ کفر

حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی یہ دوسری تصنیف ہے، یہ کتاب بڑی تقطیع ۲۰x۲۶ کے ۸۰ صفحات پر چھپی ہے۔ تاریخ طبع ۱۳۲۳ھ۔ جیسا کہ آخر میں دیگر حضرات کے چھپے ہوئے قطعات تاریخ سے پتہ چلتا ہے پہلی بار یہ کتاب ضلع مراد آباد بچھراؤں سے باہتمام محمد قادر بخش مالک مطبع شائع ہوئی اور منظر عام پر آئی۔ دوسری بار اس کتاب کی اشاعت مئی ۱۹۵۰ء نامی پریس لکھنو سے شیخ رضی احمد صاحب، منیجر آستانہ عالیہ دیوہ شریف (بارہ بنکی) یوپی کے ذریعے ہوئی۔

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے اپنی کتاب میں مولوی عزیز الرحمان صاحب مفتی دیوبند کے شائع کردہ ایک فتویٰ کا مدلل جواب مع ثبوت کے دیا ہے۔ جس فتویٰ میں مفتی صاحب نے بغیر کسی تحقیق و تدقیق کے ایک کثیر التعداد گروہ کو کافر ہونے کا خطاب مرحمت فرمایا ہے جو بالکل اصول شریعت کے خلاف ہے اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے حمایت حق فرمائی جو درویشانہ زندگی کا ایک معنی خیز باب ہے۔ لیکن یہ کتاب اس خوبی کے ساتھ تالیف ہوئی کہ، بجز اظہار حق، مناظرہ کے داغ سے اپنے شفاف دامن کو محفوظ رکھا۔ جیسا کہ مصنف اپنی کتاب شہاب ثاقب موسوم بہ ردِ کفر کے صفحہ نمبر ۵ پر رقم طراز ہیں۔

"لیکن یہ حیرت انگیز ہمت بھی اپنی نظیر آپ ہے کہ جب فتویٰ لکھنے کو قلم اٹھایا تو نہ تحقیقات کا جھگڑا گوارا کیا نہ غور و فکر کی تکلیف پسند کی بلکہ آنکھ بند کر کے پورے فرقہ کے لیے یہ حکم نادری صادر فرمایا کہ یہ سب ملعون اور کافر ہیں۔ اگر مفتی صاحب یوں تحریر فرماتے کہ اس احرام پوش فرقہ کا فلاں جرم اور فلاں قصور ہے تو شبہ بھی ہوتا اور ایک طور پر قرین قیاس بھی تھا کہ اچھے برے ہر فرقے میں ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب نے کسی فقیر کی ایسی بھی حالت دیکھی ہوگی یا تحقیقات کرنے سے ثابت ہوا ہوگا تب مفتی صاحب نے چند ایک مسلمانوں کو کافر اور ملعون کہا ہے لیکن ہمارے فضیلت مآب مفتی صاحب نے اپنے صاف اور سادہ فتویٰ میں ایسا بھی نہیں کیا بلکہ اضطراب کی حالت میں ایک کثیر گروہ کے حق میں "فقد کفر" فرمادیا جو از روئے واقعات بھی صریح اتہام ہے اور قطع نظر اس کے تھوڑا غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب مفتی صاحب کا یہ فتویٰ کسی طرح بھی قابل اعتبار نہیں ہے، کیوں کہ فرقہ کے افراد کسی خاص اور محدود مقام میں نہیں رہتے ہیں۔ اس لیے مفتی صاحب نے کسی فرقہ کے جملہ افراد

کو دیکھا ہے اور نہ شاید دیکھ سکتے ہیں اور نہ تمام فرقہ کی نسبت قطعی شہادت تصدیق ہوئی اور نہ ہو
سکتی ہے ہاں اگر مفتی صاحب تبحر علوم کے ساتھ کشف باطنی میں بھی کمال ظاہر فرمائیں تو اس
صورت میں صرف مفتی صاحب کے معتقد اور ہم خیال اس فتویٰ کی تصدیق کر سکتے ہیں اور اس
کو الہام غیبی سمجھ سکتے ہیں، لیکن اس قدر تو ہم بھی اس ہمہ دانی کی داد مفتی صاحب کو ضرور دیں
گے کہ اگر اس مرتد اور ملعون فرقہ کے افراد مغرب میں ہوں یا مشرق میں جنوب میں ہوں یا
شمال میں جن کے حالات سے کما حقہٗ واقفیت ہونا قطعی ناممکن اور محالات سے ہے مگر ہر فرد کو
ہمارے لائق مفتی صاحب نے۔ ایک ہی جرم کی سزا میں داروغہ جہنم کے حوالے کر دیا۔ مفتی
صاحب کا یہ فتویٰ دیکھ کر بلبل شیراز کا یہ قول یاد آتا ہے۔

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملا   کار طفلاں تمام خواہد شد

شہاب ثاقب صفحہ

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے اپنے اس بیان کی تائید بھی خود کر ڈالی ہے۔
جیسا کہ وہ رقم طراز ہیں۔ "چنانچہ اس بیان کی تائید میں علامہ جلال الدین رومی قدس سرہٗ کی اس
مثنوی کا حوالہ دیتا ہوں جس کی نسبت آج تک یہی کہا جاتا ہے کہ 'ہست قرآں در زبان پہلوی'
اور جن کی شرح بڑے بڑے ممتاز اور مشاہیر علما نے کی ہے اور اس چرواہے کا قصہ دکھانا چاہتا
ہوں جس کے باطن کے مذاق اور خیال پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے توجہ نہ فرمائی اور اس بادیہ
نشیں کے ظاہر الفاظ سن کر 'تو مسلماں ناشدہ کافر شدی' ارشاد فرمایا اس تنبیہ سے وہ خاموش
ہو گیا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا   بندۂ ما را ز من کر دی جدا

"لہٰذا نہایت ادب کے ساتھ حضرات علماء کرام کی خدمت میں یہ ضرور عرض
کروں گا کہ جو شخص آپ کا مقلد یا متبع ہو یا ہو سکتا ہے اس کو وہی راستہ بتائیے جس کے آپ ماہر
ہیں اور اس کے واسطے قانون نافذ فرمائیے جو آپ کو یاد اور جس کا سرٹیفکیٹ آپ کے پاس ہے
لیکن ایک ہی لکڑی سے شیر اور بکری کو نہ ہانکئے اور خدا کو وحدہٗ لاشریک لہٗ اور رسول کو محمد
الرسول اللہ کہنے والے کو بے سمجھے بوجھے کافر اور ملعون نہ بتائیے ایسا نہ ہو کہ مطابق حدیث نبوی
وہ کفر اور لعن آپ ہی کی طرف رجعت کرے۔"

ماخوذ۔ شہاب ثاقب۔ صفحہ ١٢
اس طرح حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی نثری تصنیفات کا جائزہ لینے کے بعد

بآسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ میدان نثر میں ان کا قلم پا بجولاں ہے۔ وہ بڑی روانی اور سادگی کے
ساتھ ہر مضمون کو پیرایۂ نثر میں بیان کر جاتے ہیں۔ انھیں زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔
اس کتاب میں انھوں نے مفتی صاحب کے فتویٰ کا جواب اپنی لیاقت اور صلاحیت کی روشنی میں
دیا ہے۔ مصنف نے بڑی کاوش اور جد و جہد کے بعد ایک مختصر فہرست تیار کر کے اسے ناظرین
کے سامنے پیش کیا ہے جس سے کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ تکفیر کا مہلک مرض انفلوئنزا اور
نئو فیور کی جدید تحقیقات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اسلام کی نشو و نما کے ساتھ اس منحوس وبا کا بھی
مادہ پیدا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے تقریباً ستر حضرات کے اسمائے گرامی پیش کئے ہیں جو
اس مہلک مرض کے شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مصنف موصوف کے فرمان کے مطابق اس
فہرست کو دیکھنے سے اور اس کفر و الحاد کی بحث سے ایک خراب اور نہایت قبیح نتیجہ اور بھی نکلتا
ہے جو اسلام کی شان و شوکت اور خاص خصوصیت کو بالکل مٹائے دیتا ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کا یہ
دعویٰ ہے کہ ہمارے بانی اسلام نے تیئیس سال کی اپنی مسلسل کوشش اور جانفشانی سے ہم کو
توحید کا سبق پڑھایا تابعین و تبع تابعین کی بحث اور سچائی نے مغرب سے مشرق تک وحدہٗ
لاشریک لہٗ کا ڈنکا بجایا اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ قیامت تک توحید اور سچائی کے ساتھ اسلام قائم
رہے گا۔ مگر کفر و الحاد کے یہ فتوے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ دعوے نقش
بر آب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ کیوں کہ اول تو صوفیائے کرام حضرات کا یہ مقدس گروہ
جس میں ہر ایک پیشوائے برحق اور رہنمائے خاص و عام ہے اور جن کو اسلام کی روح کہنا چاہیے
اور جن کے ایمان اور ایقان میں شک کرنا گویا روز روشن میں وجود آفتاب سے انکار کرنا ہے اور
دوسرا علمائے عظام کا فرقہ ہے جس میں کوئی امام کوئی حجت الاسلام کے لقب سے مشہور ہے۔
لیکن جب یہ ارکین اسلام اپنے معاصرین علماء کے فتوے سے کافر قرار پائے اور علماء نے مختلفانہ
حیثیت سے فرداً فرداً اور نام بہ نام ان پر تکفیر کا فتویٰ دے دیا تو اسلام میں باقی کیا رہ گیا۔ یہی
لوگ ملحد اور کافر تھے تو کیا موحد اور ایمان دار دنیادار عام الناس تھے۔
شہاب ثاقب موسوم بہ رد کفر۔ صفحہ ٢٩

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے نثری ادب کا بغور مطالعہ کرنے سے اس بات کا
بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اس ادب میں اپنا ایک رنگ اور خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کی روانیٔ بیان اور
سادگی دقیق مضامین کو بھی دلچسپ اور عام فہم بنا دیتی ہے۔ خاص طور پر ان کی یہ خوبی قابل
تحسین ہے کہ وہ اپنے دوران بیان جگہ بہ جگہ اردو فارسی کے مناسب اشعار لا کر رکھ دیتے ہیں

جس سے ان کے بیان میں بے حد کشش پیدا ہو جاتی ہے اور قارئین کرام کے لیے کافی دلچسپ بن جاتی ہے۔ ان کی نثری تصنیفات دیکھنے کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ انھیں زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا کوئی مخصوص رنگ نہیں ہے۔ ہم اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کو صاحب طرز ادیب نہیں کہہ سکتے۔ چونکہ انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے، اور بہت سارے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ اس لئے ان نثری تحریروں میں اس طرح کی ناہمواری پیدا ہو سکتی ہے۔ ان کا اسلوب نگارش اگرچہ مخصوص نہیں تاہم قدیم انداز بیان کا حامل ہے۔ اگرچہ معاصرین میں ایک سے ایک صاحب طرز ادیب موجود تھے۔ لیکن مصنف موصوف نے کسی کی تقلید نہیں کی جو مختلف اور مشہور اسالیب کے درمیان نمایاں طور پر اجاگر ہو سکے، انھوں نے قدیم انداز تحریر پسند کیا جس میں سادگی اور خلوص تھا تصنع اور بناوٹ نہ تھی، انھوں نے اپنی تحریر کو ہر قسم کے تکلفات سے پاک رکھا۔ اس بات کو اگر ہم ان کا منفرد انداز اور بے رنگی کو اگر ہم ان کا رنگ قرار دیں تو حق بجانب ہوگا۔

مصنف کی اس نثری تصنیف کے سلسلے میں جناب بیدمؔ شاہ صاحب وارثی اٹاوی نے اپنے خیال کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبلہ شاہ صاحب کا مرتبہ نثری ادب میں کیا تھا۔ حضرت بیدمؔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"الحمدللہ علی احسانہٖ کہ یہ لاجواب کتاب شہاب ثاقب موسوم بہ رد کفر میرے واجب الاحترام برادر طریقت صاحب فضل و تحقیق سلمہ اللہ تعالیٰ کے قلم اعجاز سے زیب قرطاس ہو کر نفع بخش خلائق ہوئی۔ ممدوح کی معلومات قابل قدر اور منصفانہ خیالات ہر طرح مستحق تحسین ہیں کہ یہ عرق ریزی محقق حضرات کے لیے سرمایہ استدلال قاطع اور مباحث پسند احباب کے واسطے آلہ براہین ساطع ہے۔ حالاں کہ صوفیوں کا ممتاز گروہ اس رد و قدح سے ہمیشہ دور رہا اور طعن خلائق کو صبر و سکوت کے ساتھ سنا۔ اور اگر گذشتہ زمانے کے مقدس بزرگوں نے ایسے مواقع پر کچھ فرمایا تو بھی اس قدر کہ۔

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند آرے آرے میکنم باخلق و عالم کار نیست

"در حقیقت مصنف کا بھی یہی مذاق و مشرب ہے، خدا نے آپ کو فقیہ بنایا ہے نہ کہ فقیہہ۔ مگر جو کچھ لکھا ہے۔ "تنگ آمد بجنگ آمد" کا مصداق ہے۔ صبر و تحمل کی بھی حد ہوتی ہے۔ جب کہ قدم قدم پر شرک و کفر کے خار بچھائے جاتے ہیں اور وہ بھی ایک شخص کے واسطے نہیں

بلکہ چھوٹے، بڑے، اچھے، برے سب کو ملعون و مردود کا خطاب ملتا ہے تو یہ تکلیف دہ ہے کہ سخت سے سخت دل کا آدمی بھی بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔ بقول غالب۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

"ہاں اگر خود برادر مکرم کو بے وجہ بھی مفتی صاحب کسی سخت گناہ کا الزام دیتے تو یقینی ممدوح الشان اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے اور ہرگز تردید نہ فرماتے۔ مگر جب ایک کثیر التعداد گروہ فقرا کو بے قصور اور اس طرح نشانہ تکفیر بنایا جس کے اثر سے اسلام کے تمامی مقدس حضرات کی شان و جلالت کو نقصان پہنچا تب آپ نے مذہبی ہمدردی سے حمایت فرمائی جو درویشانہ زندگی کا ایک معنی خیز باب ہے۔ لیکن بایں ہمہ یہ رسالہ اس خوبی کے ساتھ تصنیف ہوا کہ بجز حق مناظرہ کے داغ سے اپنے شفاف دامن کو محفوظ رکھا۔ ہمارے علماء کرام کا تو یہ فرض تھا کہ اپنے مواعظ حسنہ سے بے دینوں کو دیندار بناتے جس کے صلے میں سرکار رسالت پناہ ﷺ سے خوشنودی کا خلعت ملتا اور خدائی دربار سے رضامندی کا حزین سہرا ان کے سر پر باندھا جاتا مگر برخلاف اس کے مسلمانوں کو مشرک اور ایمانداروں کو کافر بنانے کا شوق ہے۔ دوسروں کی املاک پر قبضہ کرنا تو در کنار اپنی ہی رہی سہی پونجی کھو دیتے ہیں۔ افسوس

دوست ہو دوست کا دشمن تو شکایت کس کی یار آمادۂ خوں ہو تو بچائے پھر کون"

آخر میں حضرت بیدمؔ شاہ وارثیؒ نے تاریخ طبع رسالہ بھی اسی طرح درج کیا ہے۔

این کتابے کہ بہر دشمن دیں اثر قہر کبریا دارد
پے تاریخ از فلک ہاتف "گفت صمصام غیبیہ آمد"
۱۳۲۳ھ

اس طرح حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کی یہ نثری تصنیف تمام ادبی نقطہ نظر سے قابل تحسین ہے۔

(۳) ضیافت الاحباب اسم تاریخی کلیات مکتوبات

حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی یہ کتاب، بڑی تقطیع ۲۰×۲۶، ۸۸ صفحات پر چھپی ہے۔ تاریخ طبع ۱۳۳۰ھ ہے جیسا کہ آخر میں چھپے ہوئے قطعات تاریخ سے

پتہ چلتا ہے۔ یہ کتاب غازی پور میں باہتمام سید محمد علی مالک مطبع ہذا واقع باغ مکان بماہ اگست ۱۹۱۲ء فیض احمد پریس لکھنؤ سے آراستہ ہوئی۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن مختلف جگہوں سے شائع ہوئے ہیں پھر بھی یہ کتاب کم یابی کے ساتھ مل رہی ہے۔ مصنف نے اپنی اس کتاب میں اپنے برادران طریقت کے اصرار پر وہ خطوط جو ان کے پاس محفوظ تھے انھیں میں سے کچھ بقدر ضرورت غلامان وارثی کے بعض بعض عریضے تمثیلاً پیش کیے ہیں۔ مصنف کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اول تو ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہ ہوں اور علاوہ اس کے طریقۂ بیعت و ہدایت اور اشغال و مجاہدات کے فوائد اور عقائد ضروری سے واقف ہوں، دوسری بات یہ کہ مطالعہ ضیافت الاحباب یعنی مطالعہ کلیات مکتوبات سے خصوصیت کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ بزرگان دین نے طالبان دیدار شاہد حقیقت و تشنگان بادۂ معرفت کے واسطے جو قواعد تصفیہ قلب، تزکیہ روح و شائستگی خیال و درستی تصور مقرر فرمائے ہیں، اور برزخ شیخ کی ہدایت و تعلیم فرمائی ہے ان ساری باتوں سے بھی واقفیت ہو جائے۔

حضرت بیدم شاہ وارثی اٹاوی، فقیر بارگاہ وارث عالم پناہ نے حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی اس کتاب "ضیافت الاحباب" کے بارے میں اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے "کلیات مکتوبات جس کا دوسرا حسب حال مبارک نام 'ضیافت الاحباب' ہے یہ رسالہ میرے واجب الاحترام جناب اوگھٹ شاہ صاحب وارثی بھرایونی کا ایک جمع کیا ہوا ان خطوط کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً میرے پیار کرنے والے حضور عالم نواز حضرت وارث پاکؒ کے حضور میں حجاب عظمت میں مستور ہونے سے قبل زمانے میں دور دراز کے رہنے والے صادق الوداد اور راسخ الاعتقاد خدام اپنی قلبی تمناؤں کو پورا کرنے کی غرض سے اپنے خیال کے موافق بھیجا کرتے تھے اور وہ سب بوجہ سپردگی خدمت ڈاک و کار پیشی عرائض ارادت مندان برادر موصوف کے پاس موجود و محفوظ تھے، جنھوں نے بہت سے تتبعوں پر خیال فرما کر جمع کرنے کی تکلیف گوارا فرمانے کے ساتھ طبع کرانے کا بار بھی اپنے ذمہ لیا ہے۔ ظاہر بینوں کے نزدیک تو یہ معمولی مجموعہ مکاتیب ہے مگر در حقیقت اس میں شک نہیں کہ یہ مجموعہ اہل بصیرت و ارباب محبت کے نزدیک بیش بہا و نایاب کا جھوکا تا ہوا ابر ہے۔ میری رائے میں رسالہ مکتوبات رہروان جادۂ تکمیل کے لیے چراغ ہدایت کا کام دے گا اور گمرہان راہ طریقت کے ساتھ خضر منزل ہو کر رہے گا۔ یہ کتاب الاحباب مختلف نفیس اور رنگین پھولوں کا خوش نما گلدستہ ہے جو بزم ارادت کے لیے مایۂ زینت اور حرم سرائے حقیقت کے ایوان خاص کے واسطے اسباب زیبائش ہے۔ پیر

پرست طائفے کے حق میں ادیب کامل ہے تو ان کے حضرات کے لیے بھی مخبر صادق سے کم نہیں کہ جن کو بسبب لاعلمی و نادانستگی طریق وارثیہ کے اصول و ضوابط پر شک و شبہ پیدا ہو کر سوئے ظن اور بدگمانی پیدا کرا دیتا ہے ان کی واقفیت و تجربے کا خاص ذریعہ ہے گو یہ ضروری ہے کہ فی زمانہ چند نہیں بلکہ بے شمار دنیادار لوگوں نے اپنے آپ کو اپنی دنیاوی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے خود خواستہ نہیں بلکہ خانہ ساز خود ساختہ فقر کو اختیار کر کے اپنے حصول مقاصد کا دنیوی ذریعہ ٹھہرایا ہے، اور اپنے آپ کو فقرائے وارثیہ کے خاص گروہ میں شمار کرنے کی کوشش کر کے طریقہ وارثیہ میں اپنے آپ کو مشہور کر لیا ہے، اور اس خرقۂ ذوالاحترام مقلب بہ احرام کو نہایت نازیبا وجوہوں سے لوگوں کی نظر میں بدنما ثابت کر رکھا ہے۔ ناواقف لوگ بلا تحقیق و تصدیق صرف نام سن کر بغیر اس تنقیح کے فی الاصل یہ حضرات خود رو ہیں یا واقعی خاندان وارثیہ کے فقرا میں سے ہیں ان کے اطوار و اعمال ناشائستہ کے مشاہدے پر خاندان وارثیہ کے کل فقراسے بدخیالی اور بدعقیدگی پیدا کر لیتے ہیں۔

"اس کتاب کے مطالعہ سے ایک معیار خالی ہاتھ لگ جائے گا جس سے کھوٹے اور کھرے کی شناخت بلا وقت ہو سکے گی چونکہ فقر و تصوف وجود مذہب کے اعضاء رئیسہ ہیں اور جذبات فطری انھیں کے افعال و خواص کے تابع ہیں۔ اظہار جذبات کا بہترین اور سہل الحصول طریق تکلم یا تحریر ہے۔ تکلم کا محل حضوری اور تحریر کے لیے قید قرب و دوری نہیں ہے، ہر طبقہ اور ہر قوم کی اخلاقی حالت جس قدر صحیح طور پر ان کے سرمایۂ انشا پردازی کے معائنے و مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے اتنی اور کسی دوسرے ذریعہ سے واضح ہونا غیر ممکن ہے، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ اس رسالہ کا مطالعہ یقین و اعتقاد کی استواری کے لیے کار آمد ثابت ہوگا تو خلاف نہ ہوگا۔ اس کتاب کے مکاتیب گو روح روان کتاب ہیں مگر اس کا مقدمہ طرزِ دستار خوش اسلوبی ہے اور بہت سے اصول طریق پر حاوی ہے۔ لیکن میں دبی ہوئی زبان سے اتنا ضرور ہی عرض کروں گا کہ مجمل پر اکتفا فرما دیا ہے۔ اگر مولف ممدوح تفسیر کی زحمت گوارا فرماتے تو اس سے بہت زیادہ یہ کتاب مفید کہے جانے کی مستحق ہوتی تاہم میں موجودہ حالت کی بھی دل سے قدر کرتا ہوں اور مؤلف کی محنت و کاوش کی تعریف نہ کرنا حق پوشی سمجھتا ہوں، برادر موصوف نے ان ہڈیوں کو جو شہدائے عشق و محبت کی دشت گمنامی میں منتشر پڑی تھیں جمع کر کے ایک خاصہ پیکر حسن تیار کر دیا اور تمہید کے مختصر جملوں سے قم عیسیٰ کا کام لے کر تازہ روح پھونک دی، میں اس امر کو بھی پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا کہ یہ مجموعہ اس ذخیرۂ اسرار کا چھٹا ہوا اونیٰ درجہ کا مجموعہ

ہے جس کا اعلیٰ حصہ اب بھی ان کے پاس محفوظ ہے، جویائے اصل اس سے وہ بھمق سی مگر اپنا مطلب اپنی وسعت ادراک کے مطابق ضرور نکال لے گا اور کم سے کم اعتراف میں اتنا تو ضروری ہی کہوں گا کہ۔

بھرے ہیں تجھ میں وہ اوصاف کل مجمع خوبی ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

"میں اس موقع پر مؤلف ممدوح یعنی برادرم اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کو بالخصوص وارثی مشن کے ہر ممبر اور بالعموم حضرات اہل تصوف کے کل ممتاز ہم مذاق افراد کی جانب سے مستحق شکریہ قرار دے کر نہایت مسرت کے ساتھ مبارک باد و شکریہ پیش کرتا ہوں۔

حماك الله عن شر النوائب جزاك الله في الدارين خيرا

"ہم تمام سرفروش اور ملامت کیشوں کی لاج رکھنے والے حضرت وارث پاک آپ کو آپ کی ضمیر قلبی کے موافق جزائے خاص عطا فرمائیں اور اس انمول جواہر کو ناحق شناس و نااہل لوگوں کی دست برد سے محفوظ رکھیں۔ آمین یارب العالمین۔"

راقم فقیر بیدم شاہ وارثی اٹاوی۔

ضیافت الاحباب صفحہ ۸۵۔۸۶

حضرت حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی یہ نثری تصنیف بھی اپنی تعلیم و تلقین کے اعتبار سے تمام معنوی خوبیوں سے پر ہے۔ اس میں بھی مصنف نے اخلاق و تصوف کے پوشیدہ پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے اخلاق و تصوف پر لکھی ہوئی تصنیفوں میں "ضیافت الاحباب" کا اپنا ایک الگ ہی خاص مقام ہے اور اردو کے صوفیانہ ادب میں یہ کتاب ایک بیش بہا خزانہ تو ہے ہی اس کے ساتھ یہ ایک گرانقدر اضافہ بھی ہے۔ مصنف موصوف نے خود بھی اپنی نثری تصنیف کے سلسلے میں کہا ہے۔ "مختصر یہ چند مکتوبات واسطے اظہار و خیالات برادران طریقت ذوی سعادت نذر ناظرین کرتا ہوں اس ترتیب اور تصنیف سے یہ غرض نہیں ہے کہ اس نحیف کا نام بھی مصنفوں میں شمار کیا جائے اور رسالہ بھی فہرست کتب میں آجائے۔ صرف اس خیال نے مجبور کیا کہ اول تو احباب کا اصرار دوسرے غلامان وارثی کی معمولی یادگار بھی ہو سکتی ہے۔ علاوہ اس کے شاید یہ رسالہ محرک بھی ہو اور ہم غفلت شعاروں کو خواب بے ہوشی سے بیدار بھی کرے کہ ہم فیضان مرشد برحق اور احسان ہادی مطلق کا شکر ادا کریں جو ہمارے واسطے لازم بلکہ واجب ہے ورنہ کم سے کم اس کے مطالعہ سے برادران طریقت کو باہمی واقفیت اور ایک دوسرے کے خیال سے اطلاع ہوگی۔ میں نے اس رسالہ میں فقرائے

وارثی کا ذکر بالتفصیل اور ان کے آزاد خیال کا اظہار بہ صراحت نہیں بلکہ اجمال کے ساتھ کیا ہے اگر پیشوائے برحق کو منظور ہے تو وہ مکتوبات جو مذاق فقر اور مسائل تصوف سے مملو ہیں علیحدہ ایک مفصل رسالے میں درج کروں گا۔ اس رسالہ میں ایک بات چھوٹ گئی ہے جو بظاہر نہیں بلکہ یقینی بہت ضروری تھا کہ عقائد غلامان وارثی بھی وضاحت کے ساتھ نہیں بیان ہوئے ہیں لیکن یہ قصور سہواً نہیں بلکہ عمداً ہوا ہے اور باایں ہمہ وجہ اختلافی مسائل میں بھی زیادہ بحث نہیں کی ہے کیوں کہ منظور یہ تھا کہ رسالہ کوئی اختلافی صورت نہ پیدا کرے بلکہ بالاتفاق جملہ غلامان وارثی حضرت وارث پاک کی پسند اور ان کے مذاق کے لائق ہو۔ لہٰذا میں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ اب امید یہ ہے کہ بارگاہ مالک حقیقی میں رسالہ مقبول ہو۔ آمین۔"

المتلمس۔ فقیر اوگھٹ شاہ وارثی۔ ضیافت الاحباب۔ صفحہ ۸۳

اب میں حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کے ذریعے اس کتاب میں پیش کردہ چند خطوط مثلاً تحریر کرنا چاہتا ہوں جن سے ان کے مذاق علمی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ یہ خطوط غلامان وارثی کے لیے کس قدر اخلاق، تلقین اور تصوف کے علمبردار ہیں۔ اس کے علاوہ ان خطوط سے حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے تصوف کے متعلق گہرے مطالعہ کا بھی اظہار ہوتا ہے لہٰذا اس سلسلے میں ان کا ایک خط درج ذیل کرتا ہوں جو حضرت کے پاس ان کے زمانہ حیات میں آیا تھا جس میں انھوں نے ناظرین حضرات کو یہ دکھانا چاہا ہے کہ گلارزا، وائیکاؤنٹ آف سیناکلارا، صرف ایک مرتبہ دیوہ شریف میں آئے تھے اور زمانہ قیام میں ان کو فقط تین یا چار بار زیارت حضور وارث پاک نصیب ہوئی تھی اور کسی مرتبہ پانچ منٹ سے زیادہ حاضری کی نوبت نہیں آئی تھی مگر ان کو فیضان صحبت وارث پاک نے کیا سے کیا بنا دیا۔ بقول مولانا علیہ الرحمۃ "بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا" کا مضمون صادق آیا جو بخوبی خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو وہ خط۔

"یوم شنبہ ۱۳ر مئی ۱۹۰۵ء

جناب برادر اوگھٹ شاہ صاحب

آپ ہمیشہ میرے ساتھ ہیں اس باریک پردے میں جو درمیان ہمارے بہ حیثیت ذاتیہ کے حائل ہے، جس مقام پر ہوں اپنے پتے سے مجھے اطلاع دیجئے کہ میں آپ کے جسمانی نشان سے نیز بے خبر نہ رہوں، اس ظہور میں آپ صرف ایک شخص ہیں جس کو نہایت قریب پاتا ہوں۔ میں آپ سے معانقہ کرتا ہوں اپنے ولی کے حضور میں، میں نے ان کو دیکھا ہے کہ گویا وہ

وقت گزر رہے ہیں اور وقت موت انھوں نے اپنے وعدے اور میری خواہش کو پورا کیا اور مجھ کو اپنے قرب سے تمام کرلیا۔

Galarza,
Viscount of Santa Clara,
Hotel Continental,
Paris, France.

ضیافت الاحباب۔ صفحہ ۲۱

یوں تو یہ کتاب بذات خود خطوط کا مجموعہ ہے اور بے شمار حضرات کے خطوط کو مصنف نے بڑے دلچسپ انداز سے ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے اور ان خطوط کے درمیان جابجا اردو فارسی کے اشعار لکھ کر اسے اور بھی دلچسپ بنادیا ہے اب ایک دوسرا خط تحریر کر رہا ہوں جو اس کتاب ضیافت الاحباب میں درج ہے۔ وہ ایک عقیدت مند عیسائی مذہب کا یورپین تھا اور معمولی یورپین نہیں بلکہ معزز اور تعلیم یافتہ بھی اس کے خط سے طالب کے شوق اور عقیدت کا پورا اظہار ہوتا ہے یہ خط انگریزی میں درج ہے جو اس طرح ہے۔ ملاحظہ فرمائیں وہ خط۔

"Ajmer

"Reverened Sir,
"I take great pleasure in writing you these few lines.
"I wrote once before and my request was granted by God's grace.
Now I take a pleasure in writing again to you and hope that you are quite well by God's grace. I am sending you this note by Tajuddin. He is going to see you while at Lucknow on leave. I have a great wish at heart which I wish to be done for me and I know you are my only friend that can teach me the way and give me a gift from your self and a small prayer to learn that will give my heart's desire in good things. I do not know when I will ever to be able to see you that I will ask myself but I hope you will not be angry and send me something by bearer of this letter that will be a token from your hands. I hope you will pardon me and not be angry with me for troubling you.
"With my best respects and wishes and may my father in heaven bless you more and more."

ماخوذ۔ ضیافت الاحباب۔ صفحہ ۲۶ تا ۲۷

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے اپنی اس کتاب ضیافت الاحباب میں، بعض اسیران محبت و فریفتگان جمال حضرت جو اپنی واردات قلبی اور دلی حسرتوں کو نظم کے پردہ میں اظہار کیا ہے اسے بھی تمثیلاً نگارش کیا ہے۔ پہلا عریضہ سعید ازلی سید اولاد علی وارثی مرحوم متوطن ریاست رام پور کا ہے۔ ان کا یہ ترجیع بند جو حقیقت میں ان کی حسرتوں کا فوٹو اور ان کے خیالات کا مجموعہ ہے۔ اس عریضے کے چند بند ملاحظہ فرمائیں۔

ہو اللہ وارث علی اعلا جناب احد حضرت کبریا
خدائے جہاں مالک دوسرا نہیں کوئی ثانی ترا دوسرا
سپردم بتو مایۂ خویش را
تودانی حساب کم و بیش را

تو ہی وارث جن و انسان ہے تو ہی دونوں عالم کا سلطان ہے
بھی دمبدم قول حیران ہے تو ہی سب کا حافظ نگہبان ہے
سپردم بتو مایۂ خویش را
تودانی حساب کم و بیش را

الغرض حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے مندرجہ بالا نثری تصنیفات رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ اول، شہاب ثاقب موسوم بہ رد کفر، اور ضیافت الاحباب اہم کلیات مکتوبات مجموعی طور پر تمام ادبی خوبیوں سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ ان تینوں کتب میں حضرت کی اسلوب نگارش سلیس دلچسپ اور عام فہم ہیں، بڑی روانی اور سادگی کے ساتھ ہر مضمون کو پیرایۂ نثر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے اکتاتا نہیں۔ میرے خیال میں حضرت کی یہ کتابیں جب تک دنیا میں موجود رہیں گی ان کا نام بھی ادبی دنیا میں ہمیشہ کے لیے روشن رہے گا"

☆☆☆

(ب) مجموعہ ہائے شعری

فیضان وارثی المعروف بہ زمزمہ قوالی

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی بچھرایونی (مراد آباد) ایک کثیر التصانیف بزرگ شاعر تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان گزر چکا ہے کہ مصنف موصوف کی نثری تصنیفات جنہیں شائع ہونے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ وہ ہیں

(۱) رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس

(۲) شہاب ثاقب موسوم بہ رد کفر

(۳) ضیافت الاحباب اسم تاریخی کلیات مکتوبات وغیرہ۔

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی شعری مطبوعات بھی بہت تھیں مگر ان کے صرف دو دواوین "فیضان وارثی" اور "وارث گن پرکاش" ہی محفوظ رہ گئے ہیں۔ اکثر غزلیں، قصائد، رباعیاں، اور چند موضوعاتی نظمیں رسائل اور گلدستوں میں ہی شائع شدہ بکھری پڑی ہیں، "فیضان وارثی" حضرت کا پہلا دیوان ہے۔ یہ دیوان پہلی بار ۱۳۲۵ھ میں باہتمام مسیح الملک ثانی حکیم محمد احمد خان صاحب وارثی دہلوی شائع ہو کر منظر عام پر آیا اور مقبول خاص و عام ہوا۔ دوسری بار زیر اہتمام منور شاہ وارثی المعروف اختر میر ایڈووکیٹ راوی روڈ لاہور۔ (پاکستان) ۱۹۵۱ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا اور خوب لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان دنوں حضرت موصوف علیل تھے جیسا کہ منور شاہ وارثی نے اس دیوان کے شروع ہی میں تحریر کیا ہے۔ "کچھ عرصہ سے حضور علیل ہیں اور حلقہ احباب طریقت اس تاریخی سایہ وجود کی علالت سے بہت پریشان ہیں۔ اس بارے میں آنرایبل غلام محمد خاں صاحب وارثی وزیر مالیات پاکستان، جو کہ نثار

وارثی ہیں ان کی ایک تحریر خادم کے نام حلقہ طریقت میں پیش کرتا ہوں "مجھے امید ہے اوگھٹ شاہ صاحب وارثی اب اچھے ہوں گے کمزوریٔ صحت کی وجہ سے ان کے پاکستان نہ پہنچنے سے مجھے صدمہ ہوتا ہے ان کی صحت کے بارے میں تازہ اطلاعات سے مطلع کیجئے' حلقہ طریقت واحباب کی خدمت میں التماس ہے کہ میاں اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی صحت یابی کے لیے دربار خداوندی میں دردمندانہ دعا کریں۔

محتاج کرم۔ فقیر منور شاہ وارثی المعروف اختر میر ایڈووکیٹ لاہور"

از تقریظ فیضان وارثی صفحہ ۱

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا دیوان ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور ہر خاص و عام میں مقبول ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اس کے معیاری ہونے کا اعتراف کیا گیا، حضرت کے اس مختصر ترین کلام کو ملوک الکلام کا درجہ دیا گیا۔ مگر تعجب اس بات کا ہے کہ بے نظیر شاہ وارثی اور سیماب وارثی اکبر آبادی، سلسلہ وارثیہ کے معیاری شعراء کو ابھی تک ادب میں کوئی درجہ نہیں دیا گیا ورنہ ان کی شہرت کا یہ حال ہے کہ اکبر وارثی میرٹھی کی میلاد اکبر ہر مسلم گھرانے میں آئے دن پڑھی جاتی ہے اور بیدم شاہ وارثی اور اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے بغیر قوالی کی ہر محفل نامکمل رہتی ہے، حضرت کے اس فیضان وارثی کی تیسری اشاعت جون ۱۹۶۰ء میں زیر اہتمام سلیم الدین وارثی، کوچہ آگیارام ست نگر لاہور سے ہوئی اور اس بار بھی خوب پسند کی گئی۔ حضرت کا یہ دیوان اتنا مقبول ہوا کہ جلد ہی اس کی چوتھی اشاعت بھی ہوئی۔ اوگھٹ شاہ وارثی کے اس دیوان فیضان وارثی کی ضخامت بہتر (۷۲) صفحات پر ہے اور تقطیع ۲۰x۲۶ قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنے درج ہے۔ میں ذیل میں اس کتاب کے سرورق کی عبارت نقل کر رہا ہوں جو زیر اہتمام سلیم الدین احمد وارثی، کوچہ آگیارام، ست نگر، لاہور ۱۹۶۰ء میں چھپی ہے۔☆

☆۔ آخری بار "فیضان وارثی" قبلہ میاں صاحب، حضرت حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی، دام فیوضہم کے متوسل بارگاہ اور مزاج داں مرید، حاجی محمد ادریس صاحب قریشی وارثی، ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ آف پاکستان (حسب فرمان قبلہ میاں صاحب) تاحیات جنرل سیکرٹری انجمن اتحاد وارثیہ (پاکستان) نے، جنہیں آج بھی یہ راقم مرحوم لکھنے میں متامل ہے، ۱۹۹۱ء میں ایجوکیشنل پریس، کراچی سے طبع کرا کر بلاقیمت تقسیم کا اہتمام فرمایا۔ (ناشر)

یاوارث

مصنفہ۔ فقیر کامل عالی جناب اوگھٹ شاہ صاحب وارثی مدظلہ العالی۔ بچھرایوں ضلع مراد آباد۔ یوپی۔

حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے اس مختصر مجموعہ کلام میں ساٹھ غزلیں، چند ترکیب بند اور ہندی اردو کے کچھ اشعار ہیں جو مرشد اعظم سے چار پانچ سال کی قربت کے درمیان کی فکر معلوم ہوتے ہیں۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۳۲۵ھ کے بعد اس میں سلسلہ وارثیہ کے شجروں اور ۱۳۴۴ھ میں خانقاہ کی تعمیر کے سلسلے میں ایک تاریخ کے علاوہ کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ غالباً اس کے بعد آپ نے شعر کہا ہی نہیں۔ چونکہ بقول شیدا وارثی "آپ کی شاعری کا واحد مقصد اپنے پیر و مرشد کی توجہ مبذول کرنا تھا اور اس میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ اس لیے فیضان وارثی قامت میں کم ہوتے ہوئے بھی قیمت میں ہر لحاظ سے کھرا ہے، زبان معیاری اور تمام تر شاعرانہ خوبیوں سے آراستہ اور پیراستہ ہے، صنائع بدائع سے مزین اور شانِ تغزل کی حامل ہے۔ محاوروں، استعاروں، روزمرہ کے ضرب الامثال، تلمیح، ایہام، فصاحت، بلاغت، تراکیب، شوخی، رندی و مستی، ظرافت، ندرت بیان، محاکات، جذبات نگاری اور سہل ممتنع کا التزام ہے۔"

مضمون کے اعتبار سے حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا یہ دیوان فیضان عشق و محبت کے نشہ میں شرابور ہے، اس کے تمام تر لوازمات شعر کی شکل میں جلوہ ریزیاں کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، پیر و مرشد، رسول اور خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لیے، تفصیلیاں کرتے نظر آتے ہیں اور اخلاق و نصائح اپنی پوری پوری شاعرانہ چابک دستیوں کے ساتھ اشعار کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ فیضان وارثی کے بارے میں کچھ خاص لوگوں کی رائے بھی میں نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جس سے اس دیوان کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور ادبی دنیا میں اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) اوگھٹ شاہ وارثی کا یہ دیوان "فیضان وارثی" آئینہ عرفان، عشق و محبت کی کان اور نکات فقر و تصوف کی جان، خوان ذوق حضور، بادہ و لطف و سرور، فیض سخن سے سراسر بھرپور، ہدایت و تعلیم فقر و تصوف سے مشحون و لبریز اور عشق و محبت انگیز بنایا ہے۔ (حکیم ضمیر احمد، بچھرایوں، مراد آباد۔)

(۲) اوگھٹ شاہ وارثی کا یہ دیوان "فیضان وارثی" آئینہ مجازی میں حقیقت کا پرتو، ہر حرف در شہوار معانی، ہر لفظ گلدستہ چمن اسرار ایزدی، ہر مصرعہ قد زیبائے یار، ہر منزل گنجینہ معرفت کرم گار فرمایا ہے۔

(شیخ امجد حسین عاقل، رئیس دیوہ شریف) بارہ بنکی

(۳) "فیضان وارثی" حسن معانی کی شفق، طالبوں کو راہ عشق دکھانے والی، وادی الفت کا لق و دق میدان طے کرنے والا ذریعہ ہے۔

مولوی ظہیر الدین وارثی، بچھرایوں (مراد آباد)

(۴) "فیضان وارثی" مخزن عشق، منبع الفت ہے۔

(شیخ محبوب علی وارثی مخمور)

(۵) "فیضان وارثی" چشمہ آب و عشق فقر و بقا ہے۔

مولوی عبدالرشید بچھرایونی (مراد آباد)

(۶) مفتی ابوذر صاحب سنبھلی وارثی نے دوسرے ایڈیشن کی تاریخ عیسوی "فصیح"، "بلیغ"، "مبین"، "اجیلا" سے نکالی ہے۔

(ندائے اتحاد دہلی، یکم مارچ ۱۹۶۶ء)

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ایک بزرگ اور خاندانی صوفی شاعر تھے، علم تصوف انھیں ورثہ میں ملا تھا۔ انھوں نے اپنی شاعری میں اخلاق اور صوفیانہ تعلیمات پر زور دیا ہے، کیفیات و واردات قلبی کا تذکرہ بس اس انداز میں کیا ہے۔ کہ

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

(۴) نمونہ کلام

لہٰذا اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا دیوان "فیضان وارثی"، اخلاق صوفیانہ واردات قلبی کا آئینہ دار ہے اور اس کے متعلق کلاموں سے لبریز ہے، دیوان کے آغاز میں ایک حمد ہے جیسا کہ دستور ہے کہ کسی کام کا آغاز خدا کے نام سے ہوتا ہے اس واسطے حضرت نے بھی شروع میں

خدائے پاک کی تعریف کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں یہ حمد۔

خیال کر کے جو میں نے دیکھا، اسی کی صورت چمک رہی ہے
اسی کا نقشہ ہے چار جانب، اسی کی رنگت دمک رہی ہے
تمہارے فیض قدم سے جاناں، ہوا ہے سرسبز باغ عالم
تمام اس گلشن جہاں میں، تمہاری خوشبو مہک رہی ہے
نہ درد جائے گا چارہ ساز و، عبث تمہاری ہے فکر و کوشش
کسی حسیں کی یہ نوک مژگاں، ہمارے دل میں کھٹک رہی ہے
یہ باغ عالم میں رنگ دیکھا، کوئی ہے غمگیں کوئی ہے خنداں
کہیں ہے شور فغان قمری، کہیں پہ بلبل چہک رہی ہے
عجب طرح کی یہ کشمکش ہے، کہ ہم کو ہے انتظار جاناں
کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر، اجل سرہانے یہ بک رہی ہے
بنی گلوں میں اسی کی بو ہے، پری وشوں میں اسی کی خو ہے
بتوں کے پردے میں دیکھ اوگھٹ اسی کی صورت جھلک رہی ہے

فیضان وارثی۔ صفحہ ۱۵

خدا کے بعد رسولؐ کا مرتبہ ہے اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ عشق رسولؐ میں بھی سرمست تھے اور مدینہ منورہ کو ہی اپنا ملجا و ماوا تصور فرماتے تھے۔ چنانچہ اس دیوان فیضان وارثی میں کئی ایک نعت شریف ہیں جن میں سے دو ایک مثالاً نقل کر رہا ہوں۔

آباد جنوں میں کروں صحرائے مدینہ
یارب نہ لگے روضۂ رضواں میں مرا دل
پوچھیں گے نکیرین تو کہہ دوں گا یہ زاہد
زاہد مجھے تا حشر خمار اس کا رہے گا
اوگھٹ نہ رہے پھر مجھے کونین کی خواہش

ہو جائے اگر الفت لیلائے مدینہ
گھبرا کے شب و روز کہوں ہائے مدینہ
ہے مالک و مولا مرا آقائے مدینہ
پی آیا ہوں میں ساغر صہبائے مدینہ
قسمت سے جو مسکن مرا ہو جائے مدینہ

ساتھ میں ایک دوسری نعت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

محبوب خدا، سلطان دو عالم، صلی اللہ علیہ وسلم
صاحب قرآں، اشرف آدم، صلی اللہ علیہ وسلم
مخزن جود و منبع رحمت، قلزم احساں، بحر شفاعت

نیر اعظم، افضل و اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم
اطہر و اقدس، سرور و سید، ختم رسل، محمود و محمد
صلی اللہ علیہ وسلم، صلی اللہ علیہ وسلم
صاحب یٰسین، مظہر رحماں، صدر نشیں، سرور ذیشان
بدر، منور، نیر اعظم، صلی اللہ علیہ وسلم
اے مرے ہادی، اے مرے مولا، اوگھٹ کی ہے اب یہ تمنا
میری زباں پہ ہو یہی ہر دم، صلی اللہ علیہ وسلم

نور الٰہی، اشرف و اطہر، صلی اللہ علیہ وسلم — اقدس و افضل سید و سرور صلی اللہ علیہ وسلم
مظہر خالق، مخبر صادق، فخر رسل، محبوب الٰہی — مصدر خوبی، شافع محشر، صلی اللہ علیہ وسلم
اشرف آدم فخر سلیماں غیرت یوسف رشک مسیحا — فخر زماں کونین کا سرور صلی اللہ علیہ وسلم
مطلع رفعت مہر رسالت ہادی کامل نخل حمایت — مالک جنت ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

اوگھٹ جوگی بن کے نکلا احمدؐ نام کی سمرن جپتا
لکھتا اپنی لوح جبیں پہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے حمد و نعت کے بعد مرزا انیس لکھنوی کے ایک شعر پر، جو حضرت علیؓ کی شان میں ہے، تضمین کی ہے، اس کو بھی نقل کیے دیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

خدا اس نام پر کیا خوب نام شیر یزداں ہے — بلاؤں سے رہے وہ حفظ میں جو طفل ناداں ہے
جواں نے جب کہا حیدر مہم پھر اس کی آساں ہے — حسن کہتا ہے دل میں یہ مری بخشش کا ساماں ہے

علیؓ کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

علیؓ عالی، علیؓ والی، علیؓ کونین کا سرور — علیؓ ہے دستگیر خلق اور سب کا علیؓ یاور
علیؓ بچوں کا وارث ہے علیؓ پیروں کا ہے رہبر — جواں کا دل علیؓ کے نام سے رہتا ہے زور آور

علیؓ کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

ثنا خواں ہے علیؓ کا خالق کونین قرآں میں — بچایا ہے علیؓ نے نوح کی کشتی کو طوفاں میں

علی امداد کو یوسفؑ کی پہنچے چاہِ کنعاں میں   حفاظت کی علیؑ نے ابنِ مریم کی بیاباں میں

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

علیؑ کا نام، نامِ حضرتِ خلاقِ عالم ہے   علیؑ کا نام نامی زینتِ عرشِ معظم ہے
علیؑ کا نام زخمِ دل کے خاطر گویا مرہم ہے   علیؑ کا نام جس کو یاد ہے پھر کیا اسے غم ہے

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

مسن طفل و جواں کو ہے قیامت گور کی منزل   جواں عصیاں کے ڈر سے طفل تاریکی سے بیکل
مسافت راہ کی طے ہو نہیں ہے پیر اس قابل   مگر اک یا علیؑ کہنے میں آساں ہو گئی منزل

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

انیس و مونس و حامی علیؑ ہیں ناتوانوں کے   علیؑ کے لختِ دل حسنینؑ سرور ہیں جوانوں کے
علی اصغرؑ امام و پیشوا ہیں بے زبانوں کے   اسی گھر کے ہیں سب ناصر فدا ان حکمرانوں کے

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

علیؑ ہے شافعِ محشر، علیؑ ہے ساقیِ کوثر   علیؑ شاہِ ولایت ہے، علیؑ سلطانِ بحر و بر
علیؑ مولائے عالم ہے، علیؑ ہے نفسِ پیغمبر   علیؑ حاجت روا طفل و جوان و پیر کا یاور

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

علیؑ کے نام سے اوگھٹ گدا زردار ہوتا ہے   علیؑ کا نام لینے سے بشر ابرار ہوتا ہے
علیؑ کے نام سے آتش کدہ گلزار ہوتا ہے   علیؑ کے نام سے بیڑا سبھوں کا پار ہوتا ہے

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

فیضانِ وارثی صفحہ ۹

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے حضرت امام زین العابدینؓ کی ایک غزل پر

تضمین کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قیدی بنا کر لے چلے عابدؑ کو جب اہلِ ستم   خیمے سے نکلے دھاڑیں پیٹے امام ذی حشم
یثرب کی جانب دیکھ کر کہنے لگے با چشمِ نم   ان کنت یا ریح الصبا یوماً الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃً فیہا النبی المحترم

اس رحمتِ عالم کا میں دلبند ہوں بادِ صبا   کہتے ہیں جس کو سید الکونین فخرِ انبیا
رشکِ مہ کنعاں وہ محبوبِ حق نامِ خدا   من وجہہ شمس الضحیٰ من خدہ بدر الدجیٰ
من ذاتہ نور الہدیٰ من کفہ بحر الہمم

اہلِ جفا نے ظلم کا پہلو کوئی چھوڑا نہیں   برباد اہلِ بیت کا گھر کر چکے اعدائے دیں
ڈرتا ہوں پائے صبر میں لغزش نہ آجائے کہیں   یا رحمۃ للعالمین انت شفیع المذنبین
ادرک لنا یوم الحزن فضلاً وجوداً بالکرم

بلوا سے آئے کربلا صدمے اٹھائے جانگزا   عباسؑ سے دوری ہوئی اکبرؑ ہوئے ہم سے جدا
تیرِ غمِ شبیرؑ سے سینہ الگ زخمی ہوا   اکبادنا مجروحۃٌ من سیف ہجر المصطفیٰ
طوبیٰ لاہل بلدۃٍ فیہا النبی المحتشم

مقتل سے مجھ بیمار کو یوں لے چلے شامی لعین   طوقِ گراں کے بار سے، سر کو اٹھا سکتا نہیں
زنجیر بھی ہے پاؤں میں، حلقہ کیے ہیں اہلِ کیں   یا رحمۃ للعالمین، ادرک لزین العابدین
محبوس ایدی الظالمین فی الموکب والمزدحم

اوگھٹ شاہ وارثیؒ کا سلسلہ وارثیہ تھا۔ یہ اپنے پیر و مرشد قبلہ حاجی صاحبؒ کے فدائی اور جاں نثار مرید تھے اور انہیں کی محبت دل میں بھری ہوئی تھی اور اس کے اشعار برابر پڑھا کرتے تھے۔ ممدوح نے اردو فارسی میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی اصل قدر و قیمت ایسے واردات قلب و ذہن کے اعتبار سے ہے جو صحبت و فیضِ تربیت مرشدِ اعظم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ فیضانِ وارثی میں حمد و نعت کے بعد اور حضرت علیؑ کی منقبت اور حضرت امام زین العابدینؓ کی غزل پر تضمین کے بعد جو چیز ملتی ہے وہ سرکارِ عالم پناہ کی شان میں ہے۔ جس سے ان کی والہانہ محبت اور قلبی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ گویا حضرت اوگھٹ شاہ فنا فی الشیخ ہو گئے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت کی یہ غزل۔

الٰہی جس دم لبوں پہ دم ہو، زباں ہو صرف ثنائے وارثؒ
کہ دل میں شوق وصال وارث، ہو آنکھ محو لقائے وارثؒ
جہاں میں اپنی نظر سے گزرے ہزاروں خوشرو حسین لاکھوں
مگر نہ دیکھی یہ شان و خوبی، جدا ہے سب سے ادائے وارثؒ
نہ پوچھ واعظ ہمارا مشرب، نہیں ہے دیر و حرم سے مطلب
زمانہ گذرا جو کر کے بیٹھے، ہیں دین و ایماں فدائے وارثؒ
کہاں کا پردہ حجاب کیسا، خدا بھی پوچھے تو صاف کہہ دیں
ہماری ملت ہے عشق وارث، ہمارا ایماں ولائے وارثؒ
جو سب کی مشکل میں کام آئے، کرے غریبوں کی دستگیری
لگائے بیڑا جو پار اوگھٹ، نہیں ہے کوئی سوائے وارث

فیضان وارثی صفحہ ۱۲

جیسا کہ ابراہیم بیگ شیدا وارثی نے اوگھٹ شاہ وارثی کی شاعری کا واحد مقصد پیرو مرشد کی توجہ مبذول کرنا بتایا ہے لہٰذا حضرت کا یہ دیوان "فیضان وارثی" سرکار عالم پناہؒ کی تعلیمات کا علمبردار ہے۔ چنانچہ فیضان وارثی کے آغاز میں کچھ سلام ہیں جو سرکار وارثؒ کی خدمت میں عرض ہیں۔ تسلیم اول کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تسلیم اوّل

السلام اے شاہد روز الست — کردہ عالم را ز چشم ناز مست
ذات پاکت اسوۂ اسلافہا — ہست مستغنی عن الاوصافہا
السلام اے نائب رب جلیل — انت حسبی انت لی نعم الوکیل
السلام اے یادگار مصطفےٰ — السلام اے راز دار مرتضےٰ
السلام اے مظہر شان رسولؐ — السلام اے راحت جان بتولؑ
السلام اے آفتاب معنوی — السلام اے وارث ارث علیؑ

السلام اے مصدر خلق حسنؑ — السلام اے جانشین پنجتنؑ
السلام اے خضر راہ مستقیم — السلام اے منبع فیض عمیم
السلام اے موسیٰ سینائے عشق — صورت الیاس در دریائے عشق
السلام اے غیرت خورشید من — السلام اے مایۂ امید من
السلام اے شمع طور عاشقاں — السلام اے نور نور عاشقاں
السلام اے چارہ ساز و دادرس — السلام اے ناصر و فریاد رس
السلام اے سرور ذیشان من — السلام اے دین من ایمان من
السلام اے مونس شبہائے عشق — السلام اے چارۂ غمہائے عشق
کاشف کنہ حقیقت السلام — واقف اسرار وحدت السلام
السلام اے سید و آقائے من — السلام اے وارث و مولائے من
کیست وارث آنکہ ہمنام خدا — مظہر حق وارث مشکل کشا
مرد میدان ولا فرد فرید — شمع بزم عین وحدت محو دید
معنیٔ آیات رب العالمین — دستگیر خلق و خیر الوارثین
صاحب عرفان و تمکین عشق جوش — اہل تسلیم و رضا تہبند پوش
یارحیم ارحم علے احوالنا — وارثا اورکنی انظر حالنا
من سقیم و تو مسیحائے زماں — کن نگاہ لطف اے جان جہاں
تحفۂ دیدار ایں اندوہگیں — چشم کورم را بساز عین الیقیں

بندۂ اوگھٹ فقیر کوئے تو
دارد امید کرم از خوئے تو

تسلیم دوئم

سلامٌ علی شرح آیات حق — سلامٌ علی واصل ذات حق
سلامٌ علے نور رب جلیل — سرافراز و منظور رب جلیل
خبردار سر علیم و خبیر — کہ ذاتش علی کل شئ قدیر
سلامٌ علے ورثہ دار رسولؐ — سلامٌ علے گلعذار بتولؑ

سلامٌ علےٰ آلِ خیر الانام   علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام
سلامٌ علےٰ خاصۂ ذوالجلال   سلامٌ علےٰ بدرِ اوجِ کمال
سلامٌ علےٰ رونقِ کائنات   سلامٌ علےٰ مہرِ چرخِ صفات
سلامٌ علےٰ قدرت اللہ من   سلامٌ علےٰ حجت اللہ من
حقیقت ہمیں حق رسیدہ توئی   شرف یافتہ برگزیدہ توئی
سلامٌ علےٰ سرورِ اولیا   سلامٌ علےٰ سید الاصفیا
سلامٌ علےٰ واقفِ رازِ عشق   خبردار انجام و آغازِ عشق
سلامٌ علےٰ صدرِ ایوانِ عشق   سلامٌ علےٰ مردِ میدانِ عشق
سلامٌ علےٰ ماہِ کنعانِ من   سلامٌ علےٰ رکنِ ایمانِ من
سلامٌ علےٰ نوحِ کشتیِ من   سلامٌ علےٰ وجہِ ہستیِ من
توئی مامن و مہر گستر توئی   توئی وارث و بندہ پرور توئی
دوائے غم و دردِ پنہاں توئی   مسیحِ زماں خضرِ دوراں توئی
چہ نسبت مرا با تو بے مایہ ام   کہ تو مہرِ تاباں و من سایہ ام
کجا تو کجا تنگ دستیِ من   کہ از ہستیت ہست ہستیِ من
تو اصلِ وجودی و من بندہ ام   نظر کن کہ پیشت سر افگندہ ام
دریں دہر نام است گو بدشعار   گرفتم مگر دامنت استوار
بپے حرمتِ خویش بندہ نواز   زباں را بدہ عجز دل را نیاز
دگر التجا از توی خواستم   ترا خواستم ہم ترا خواستم
نہ از دل رود یادِ گیسوئے تو   نہ بینم دریں دہر جز روئے تو
نہ در در روم در جہاں از ہوس   فرازم نہ دستِ طلب پیش کس
قناعت بدہ ساز آزاد کیش   مرا از کرم دار محتاجِ خویش

کجا ماند اوگھٹ گرفتارِ آز
کشا بند تحریص بندہ نواز

تسلیم سوم

اے مامن و معین و مددگار و چارہ ساز   پیشت سلام را بگزارم بصد نیاز
صد صد سلام مظہر شان الٰہ من   صد صد سلام وارث عالم پناہ من
صد صد سلامہا بحضور شہِ زمن   نور خدا و وارث میراث پنجتن
صد صد سلامہا ز من خستہ و ملول   اے مقتدائے خلق خدا وارث رسولؐ
اے آفتاب برج شرف صد سلامہا   اے نائب امیر نجفؑ صد سلامہا
صد صد سلامہا جگر بنت مصطفےٰؐ   واللہ تو نمونۂ اخلاق مصطفےٰؐ
اے سالک مقام رضا صد سلامہا   اے وارث شہید وفا صد سلامہا
صد صد سلامہا ز عمان عاشقی   صد صد سلامہا گل بستان عاشقی
خضر زمان و ہادیٔ آفاق صد سلام   اے ناخدائے کشتیٔ عشاق صد سلام
صد صد سلامہا بہ ہزار اشتیاق دید   جلوہ نما کہ جان حزیں برلبم رسید

شاہا فراق دیدۂ دہریم الغیاث
جور و جفائے خلق کشیدیم الغیاث

تسلیم چہارم

سلام اللہ مولائی کہ روئے حق نما داری   سراپا حسن محبوبی و شان مصطفےٰؐ داری
سلام اللہ اے نور حقیقت زینت عالم   دریں کثرت بپے حیلہ گرفتی صورت آدم
بگویم آشکارا مظہر ذات نہاں ہستی   مگر چوں صورت داری نشان بے نشاں ہستی
سلام اللہ اے خضر جہاں چوں رہبری کردی   دو بالا در زمان خویش نام حیدری کردی
شہ کون و مکاں مقبول داور صد سلام اللہ   امام و ہادی و سردار و سرور صد سلام اللہ

سلام اللہ اے فرمانروائے کشورِ خوبی مرادِ خاطرِ عشاق و شمعِ بزمِ محبوبی
سلام اللہ اے عیسیٰ دوراں چارہ سازِ من ہزار عجز و نیاز آوردہ ام اے بے نیازِ من
نہ باغِ خلد می خواہم نہ حورانِ جناں خواہم مگر نظارۂ روئے ترا اے جانِ جاں خواہم
پئے عزّ و جلالت وارثِ من دیں پناہِ من بدہ مارا زکوٰۃ حسنِ خویش اے بادشاہِ من
گدائے کوئے تو اوگھٹ لباسِ بینوا دارد ہمیں در دل تمنائے ہمیں برلب صدا دارد
ندارم ذوقِ رندی نے خیالِ پاکدامانی
مرا دیوانہ خود کن بہ ہر رنگ کہ میدانی

تسلیم پنجم

السلام اے مطلعِ انوارِ وحدت السلام السلام اے پرتوِ مہرِ حقیقت السلام
السلام اے رکنِ ایماں باعثِ بہبودِ من السلام اے قبلۂ دیں کعبۂ مقصودِ من
السلام اے یادگارِ فاتحِ بدر و حنین مقتدائے اصفیا مقبولِ ربِ المشرقین
قطبِ عالم وارث و غوث و مجدد السلام جانشینِ احمد و محمود و حامد السلام
زیبِ عالم پرتوِ حسنِ رخِ نیکوئے تو شد مشامِ اہلِ عرفاں تازہ از خوشبوئے تو
السلام اے عالمِ علمِ حقائق السلام نکتہ سنج و واقفِ سرِ دقائق السلام
السلام اے قافلہ سالارِ مستاں السلام السلام اے ہادیٔ بادہ پرستاں السلام
صاحبِ تسلیم اکمل سالکِ صحرائے عشق سرگروہِ بادہ نوشاں ساقیٔ صہبائے عشق
السلام اے باعثِ آرام و تسکیں السلام السلام اے صاحبِ احرام رنگیں السلام
عاشقاں را مست و بے خود ساختی از چشمِ ناز کردہ عالم را اسیر از حلقۂ زلفِ دراز
کشتگانِ خویش را از ہجر مضطر ساختی چشم پوشی کردہ بر رخ نقاب انداختی

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے دیوان فیضانِ وارثیؒ میں ایک تضمین بر غزل حافظ شیرازی بھی موجود ہے۔ لگے ہاتھوں اس غزل کے چند بند ملاحظہ فرمائیں۔

خدمت خدمت گزاراں یاد باد صحبت آں جاں نثاراں یاد باد
وعدہ ہائے راز داراں یاد باد روزِ وصلِ دوست داراں یاد باد

یاد باد آں روز گاراں یاد باد

در حسینانِ جہاں یاری نماند چارہ سازی نیز غم خواری نماند
رسمِ مہر و طرزِ دلداری نماند ایں زماں در کس وفاداری نماند
زاں وفاداراں و یاراں یاد باد

روز وحشت نے دکھائے کوہ و دشت در بدر پھرتا ہوں میں آوارہ بخت
تیری دوری میں ہے وہ رنجِ سخت کامم از تلخیٔ غم چوں زہر گشت
بادہ نوش و بادہ خواراں یاد باد

ایسی بھی ہوگی بری تقدیر کم ہو سکے اچھے طبیبوں سے نہ ہم
جو دوا دی ہوگئی وہ مجھ کو سم من کہ از تدبیرِ غم بے چارہ ام
چارۂ آں غمگساراں یاد باد

رہتی ہے غربت میں بھی یادِ وطن دوستوں کی ہے مجھے فرقت کٹھن
کس طرح بھولوں محبت کا چلن گرچہ یاراں فارغ اند از یادِ من
از من ایشاں را ہزاراں یاد باد

سب نے سمجھایا تھا مجھ کو بارہا عشق بازی کا نتیجہ ہے برا
خود سری میں یہ ملا آخر صلا جتلا گشتم دریں دامِ بلا
کوشش آں حق گزاراں یاد باد

دیکھیے اوگھٹ اونی احلی کہہ و مہ کیسی یاری سب کے دل میں ہے گرہ
حالِ دل کس سے کہوں بہتر ہے یہ رازِ حافظ بعد ازیں ناگفتہ بہ
اے دریغ از راز داراں یاد باد

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے علامہ اقبالؒ کی طرح ساقی نامہ بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ساقی نامہ

پھر فصلِ بہار آئی ساقی پھرتی ہے تری دہائی ساقی
پائے دل بے قرار آرام اللہ رے اس شراب کا جام
مفتوں ہیں یہ بادہ خوار جس کے ہو سونگھنے سے خمار جس کے

کرتی ہے جو دم زدن میں سرشار
ساقی جسے کہتے ہیں دھواں دھار
رہتی ہے جو ترے پاس وہ مے
پیتے ہیں جو ذی اساس وہ مے
جو روز الست مجھ کو دی تھی
منصور نے جو شراب پی تھی
جو چشم پرآب کر دے وہ مے
ایماں کو خراب کر دے وہ مے
مٹ جائے دوئی وہ راستی آئے
یہ دیر و حرم کا دغدغہ جائے
باقی رہے شر نہ خیر وہ مے
اپنوں کو بنا دے غیر وہ مے
یہ جوش خودی کا دور ہو جائے
بے خود رہوں وہ سرور ہو جائے
ہر دم رہے اضطراب وہ مے
جل بھن کے ہو دل کباب وہ مے
اوئی کو کیا جلیل جس نے
لاکھوں کو کیا ذلیل جس نے
ہوتا ہے سرور جس کا بے حد
سرمد کو بنایا جس نے سرمد
وامق کو دیا فریب جس نے
مجنوں کا لیا شکیب جس نے
جاتا نہیں جس کا عمر بھر جوش
جس نے کیا کوہکن کو مدہوش
لاکھوں کے گلے کٹائے جس نے
یوسف کو کوئیں جھکائے جس نے
شیریں کو دیا نہ جس نے آرام
لیلیٰ کو کیا ہے جس نے بدنام
ہو جس کے سبب سے شور و ماتم
کہتے ہیں جسے عدوئے عالم
بربادی ہے خاص کام جس کا
اور دشمن جاں ہے نام جس کا
یکتا ہے نہیں جواب اس کا
اور خشق بھی ہے خطاب اس کا
اس مے کا پلا دے جام ساقی
اوگھٹ کا بنا دے کام ساقی

حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے کلام کا ہر اعتبار سے معیاری ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں اب اس دیوان فیضان وارثی میں لگ بھگ ساٹھ غزلیں علاوہ چند ترکیب بند اور ہندی اردو کے کچھ اشعار شامل ہیں۔ اب میں حضرت کی چند مشہور غزلیں ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جس سے ان کی شاعری کی صلاحیت اور مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

تری محفل میں یہ جانانہ دیکھا
جسے دیکھا اسے پروانہ دیکھا
کسی پردہ نشیں کی جستجو میں
کبھی کعبہ کبھی بت خانہ دیکھا

کرامت یہ بھی ہے پیر مغاں کی
کہ زاہد نے در میخانہ دیکھا
یہ گبر و شیخ کے مذہب میں کب ہے
جو لطف مشرب رندانہ دیکھا
ہوئے سرشار و بیخود شیخ صاحب
کبھو فیض در میخانہ دیکھا
خدا شاہد ہے سچ کہتا ہوں زاہد
بتوں میں جلوۂ جانانہ دیکھا
رہی حسرت نہ سیر لامکاں کی
شہ وارث کا جب کاشانہ دیکھا
خفا ہونے میں بھی اس بت کے اوگھٹ
عجب انداز معشوقانہ دیکھا

جہاں میں جہاں جس کو ہم دیکھتے ہیں
تمھیں کو تمھاری قسم دیکھتے ہیں
طلبگار تیرے یہ چشم حقیقت
تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں
برابر ہیں گبر و مسلمان ہم کو
زیادہ کسی کو نہ کم دیکھتے ہیں
ترے عاشقوں کو نہ دوزخ کا ڈر ہے
نہ حسرت سے سوئے ارم دیکھتے ہیں
طبیبوں نے سمجھا ہے کیا یہ تماشہ
میری نبض کیوں دم بہ دم دیکھتے ہیں
نہیں بند ہے باب احسان وارث
ہم ان کا برابر کرم دیکھتے ہیں
لڑی ہے کسی گل سے کیا آنکھ اوگھٹ
تمھیں مضطر و چشم نم دیکھتے ہیں

مرے مہ جبیں نے بصد ادا جو نقاب رخ سے اٹھا دیا
جو سنا نہ تھا کبھی ہوش میں، وہ تماشا مجھ کو دکھا دیا
ملا شب جو خواب میں وہ حسین یہ کہا تھا نکلیں گی حسرتیں
پہ جفا یہ باد سحر نے کی چلی یوں کہ مجھ کو جگا دیا
میں اگرچہ خاک میں مل چکا مگر ان کے دل میں غبار تھا
کہ نشان قبر بھی ڈھونڈ کر مرے سنگدل نے مٹا دیا
چھٹے قید دیر و حرم سے ہم ہوئے خواب وہ جو خیال تھے
مجھے ساقیا مے بے خودی کا وہ جام تو نے پلا دیا
تجھے دیکھ او بت خوش ادا، پھری آنکھ ساری خدائی سے
وہ جو یاد رہتی تھیں صورتیں انھیں صاف دل سے بھلا دیا

میں وہ مرغ خانہ خراب ہوں کہ چمن قفس کا ہے ذکر کیا
لیا گر حسینوں نے مول بھی مجھے صدقہ کر کے اڑا دیا
مرا گرچہ اوگھٹ نام ہے یہ کرم ہے وارث پاکؒ کا
زہے شان دم میں غنی کیا کہ گدا سے شاہ بنا دیا

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے اپنے دیوان فیضان وارثی میں کچھ نوحہ جات اور دیگرات لکھ کر اور بھی دلچسپ بنا دیا ہے دیوان کا آخری حصہ مختلف شجروں "شجرہ عالیہ چشتیہ نظامیہ"، "شجرہ قادریہ رزاقیہ وارثیہ"، "شجرہ قادریہ وارثیہ" اور "شجرہ چشتیہ نظامیہ فخریہ" سے آراستہ اور پیراستہ ہے۔ علاوہ اس کے کچھ اہم تاریخیں بھی لکھ چھوڑی ہیں جو میں یہاں نقل کر رہا ہوں۔

(۱) تاریخ تعمیر خانقاہ

کرد تعمیر خانقاہ رفیع   صاحب دل فقیر حق آگاہ
گفت ہاتف برائے تاریخش   چہ بلند آستان اوگھٹ شاہ

۱۳۲۴ھ

(۲) قطعہ تاریخ جناب قبلہ والد صاحب صابری چشتی علیہ الرحمۃ

اللہ اللہ آں قلندر وش فقیر بے عدیل   شمس بزم عارفاں ہم چشتی و ہم صابری
یازدہ ذیقعدہ یوم السبت ہم ہنگام ظہر   شد بقرب کبریا رستہ ز قید عنصری
کرد تاریخ وصالش خامہ اوگھٹ رقم   بد مواحد شاہ شمس الحق والدین صابری

۱۳۱۳ھ

(۳) قطعہ تاریخ حجرہ

حجرہ ساختند اہل وفا   از پئے یار جانی وارثؒ
گفت اوگھٹ بسال تعمیرش   منزل عشق ہادی وارثؒ

۱۳۲۴ھ

(۴) قطعہ تاریخ چاہ

یادگار شاہ ما ایں چاہ فی حکم السبیل   شد مرتب چوں بصحن خانہ رب جلیل
از برائے سال تعمیرش بہ اوگھٹ گفت خضر   گو سبیل وارثی آبش چو آب سلسبیل

۱۳۲۶ھ

(۵) قطعہ تاریخ سہ دری

یادگار شاہ وارث آں امام اولیاء   بے عدیل و بے بدل گشتہ چوں ایں منزل بنا
از پئے سالش بہ اوگھٹ ایں چنیں گفتہ سروش   گو زہے دلچسپ و نیکو وارثی مہماں سرا

۱۳۲۷ھ

اس طرح حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کا یہ دیوان فیضان وارثی، بہت جامع اور مربوط ہے۔ اس دیوان کا قطعہ تاریخ جناب حکیم ضمیر احمد صاحب وارثی چھرایونی نے کچھ اس طرح کہا ہے۔ اس قطعہ تاریخ کو نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

چھپا حضرت اوگھٹ کا جو دیوان چھپا   اس بشارت سے نہ احباب ہوں کیوں کر خرم
حق تو یہ ہے کہ حقیقت میں یہ دیوان نہیں   شہ وارث کا ہے یہ چشمۂ الطاف و کرم
اس کے الفاظ ہیں یا باغ ہدایت کے ہیں پھول   یا دُر فیض معانی ہیں پروئے باہم
ہیں لکھے عشق و تصوف کے مسائل لیکن   احتیاط ایسی کہ حد سے نہ ذرا بیش نہ کم
سادگی وہ نہ سمجھنے میں رکے فہم عوام   گو کہ مضمون سراسر ہیں ادق اور اہم
فکر جب یہ ہوئی تاریخ طبع ہو مرقوم   دیر تک سر کو جھکائے رہا حیرت سے قلم
آئی رضواں کی صدا باغ ارم سے کہ ضمیر   گلشن فیض ولا اس کی ہو تاریخ رقم

۱۳۲۵ھ

اب میں اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے دیوان "فیضان وارثی" سے کچھ منتخبات نقل کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ دل ہے وہ مکاں جو لامکاں والے کی منزل ہے   وہ لیلےٰ ہے اسی میں یہ اسی لیلےٰ کا محمل ہے
نہ خوش آتا ہے صحرا اور نہ دل بستی میں لگتا ہے   یہ کیسی کشمکش میں جان ہے اور کیسی مشکل ہے

یہی دیکھا تماشا جا کے ہم نے بزم جاناں میں — کہیں لاشہ تڑپتا ہے کسی جا رقص بسمل ہے
مجھے دیکھا اسے گھائل کیا ہے چشم جاناں نے — بچے گی جان کیوں کر آنکھ بھی قاتل کی قاتل ہے
بیٹھے ہم بغل وہ رشک لیلیٰ ہے تصور میں — مری آغوش گویا اے جنوں آغوش محمل ہے
کیا ہے گمان ہے اوگھٹ جناب شاہ وارث نے — سمجھ میں خود نہیں آتی ہے ایسی اپنی منزل ہے

☆☆☆

گلی میں اس ترک مہ جبیں کے عجیب یہ انقلاب دیکھا
نماز ہندو کو پڑھتے واعظ کو ہم نے پیتے شراب دیکھا
غنی ہے وہ مست ناز میرا ہے اس کی سرکار لاؤ بالی
کبھی کرم ہے کسی پہ بے حد کبھی کسی پر عتاب دیکھا
اکیلے ہم ہیں اندھیرے گھر میں نہ فرش ہے اور نہ کوئی یاور
جو آنکھ جھپکی بھی ہجر کی شب تو یہ پریشان خواب دیکھا
ملا یہ عشق بتاں کا ثمرہ کہ ٹھوکریں کھائیں چین کھویا
ابھی قیامت کا ڈر الگ ہے، یہ جیتے جی یہ عذاب دیکھا
اکیلا بیٹھا تھا میرا یوسف کہ چھپ کے غیروں سے ہم بھی پہنچے
نصیب جاگے تو آج ہم نے بھی یار کو بے نقاب دیکھا
نگاہ وارث نے سیکڑوں کو بنایا قطرہ سے پل میں دریا
نظر جو آتے تھے پہلے ذرے انھیں کو پھر آفتاب دیکھا
لیا ہے جس دن سے نام الفت کہیں نہ دم بھر کو چین پایا
کہ ہم نے اوگھٹ دل حزیں کو ہمیشہ پر اضطراب دیکھا

☆☆☆☆

تجھی کو جان جاں دیر و حرم میں جلوہ گر دیکھا
کوئی زہرہ جبیں دیکھا کوئی رشک قمر دیکھا — تو ہی ہر جا نظر آیا جہاں دیکھا جدھر دیکھا
یہ تیری آنکھ ہے یا بادۂ وحدت کا ساغر ہے — سراپا خوش ادا لیکن تجھی کو ہم سفر دیکھا
لڑکھڑاتے بھی نہ چھوڑا مرا پیچھا درد دل تو نے — ہوا بے ہوش اب خود جس کو تو نے اک نظر دیکھا
سنا ہے شیخ جی آئے ہیں کعبہ سے چلو پوچھیں — نہ دیکھا ساتھ دینے والا میں نے عمر بھر دیکھا
یہ آنکھیں پھوٹ جائیں گر کسی کو اک نظر دیکھیں — نظر آیا خدا بھی یا خدا کا خاص گھر دیکھا
تمہیں دیکھا کریں گی اور تمہی کو عمر بھر دیکھا

زیارت کی کسی نے دیر کی کعبہ گیا کوئی — ہم اپنے گھر سے جب اوگھٹ چلے وارث کا در دیکھا

☆☆☆

وہاں وہ ہیں، باغ ہے، غیر ہیں، بط مئے ہے، جام شراب ہے
یہاں میں ہوں، سوز فراق ہے، مرا سینہ غم سے کباب ہے
وہ بلا کا شعبدہ باز ہے کہ عیاں ہے اور نہاں بھی ہے
یہ اسی کا جلوہ ہے چار سو مگر اس کے رخ پہ نقاب ہے
یہ غضب ہے دیر و حرم میں سب کریں سنگ بوسی تو ایک سی
پہ کہے ہے واعظ خود غرض وہ ثواب ہے یہ عذاب ہے
پھرا خالی ہاتھ جو نامہ بر، ہے یقیں سنائے گا یہ خبر
وہ رہے سکوت میں دیر تک، یہی خط کا تیرے جواب ہے
کرے حسن و عشق میں بحث کیا نہیں واقف اوگھٹ بے نوا
بخدا کہ مکتب عشق میں ابھی اس کی پہلی کتاب ہے

☆☆☆☆

کہیں بھی ہمیں لامکاں بھی ہمیں ہیں — کسی بے نشاں کے نشاں بھی ہمیں ہیں
ہمیں سر مخفی ہمیں مظہر و اظہر — عیاں بھی ہمیں ہیں نہاں بھی ہمیں ہیں
کہیں عشق ہیں اور کہیں شکل دلبر — کہیں عاشق نیم جاں بھی ہمیں ہیں
ہمیں مور ہیں اور ہمیں ہیں سلیماں — قوی بھی ہمیں ناتواں بھی ہمیں ہیں
کہیں صورت عبد میں سجدہ کرتے — کہیں خالق انس و جاں بھی ہمیں ہیں
ہمیں شکل کثرت ہمیں عین وحدت — چنیں بھی ہمیں ہیں چناں بھی ہمیں ہیں
ہمیں لفظ ہیں اور ہمیں اس کے معنی — زباں بھی ہمیں ہیں بیاں بھی ہمیں ہیں
برہمن بھی، آواز ناقوس بھی ہم — موذن بھی ہم ہیں اذان بھی ہمیں ہیں
کہیں شکل آدم کہیں اس کے شیطان — کہیں ہادی گمرہاں بھی ہمیں ہیں
ہمیں بت پرست اور ہمیں بت شکن — ہمیں بت ہیں محو بتاں بھی ہمیں ہیں

فنا و بقا کا بیاں کیا ہو اوگھٹ
نہیں بھی ہیں اور ہاں بھی ہمیں میں

☆☆☆☆

ذرا سنتا نہیں کہنا کسی کا
دل ناداں کو ہے سودا کسی کا
حسینوں کو جہاں میں کون پوچھے
زمانہ ہوگیا شیدا کسی کا
حرم میں، بت کدہ میں، ہم کو واعظ
نظر آتا ہے اک جلوا کسی کا
خدا شاہد، نہیں تقصیر میری
ہوا دل خود بہ خود بندا کسی کا
سنا ہے آج کل دیر و حرم میں
ہوا کرتا ہے پھر چرچا کسی کا
تصور میں سدا رہتا ہے اوگھٹ
قد بالا رخ زیبا کسی کا

☆☆☆

شعلہ نار شرر بار بھی ہوں، نور بھی ہوں
شوق دیدار بھی، موسیٰ بھی ہوں، اور طور بھی ہوں
قید انساں میں بھی رہتا ہوں آزاد بھی
گہ رگ جاں کے قریب اور کبھی دور بھی ہوں
بانیٔ جور بھی ہوں، اہل وفا بھی میں ہوں
شکل معشوق بھی ہوں عاشق رنجور بھی ہوں
خود انا الحق کہا خود قتل کا فتویٰ بھی دیا
قاضی شرع بھی ہوں، دار بھی، منصور بھی ہوں
شادیٔ وصل بھی ادنیٰ ہے کرشمہ میرا
ہجر میں باعث درد دل رنجور بھی ہوں
تیزیٔ ناوک مژگان بتاں بھی میں ہوں
جگر عاشق جانباز کا ناسور بھی ہوں
در وارث کا گدا یا مجھے اوگھٹ کہو شاہ
شکل درویش بھی ہوں غیرت فغفور بھی ہوں

☆☆☆

دیکھ کر اس بت کو سکتا کیوں نہ ہو
اک جہاں محو تماشا کیوں نہ ہو
دیکھتے ہیں دیکھنے والے تمہیں
کوئی صورت کوئی نقشا کیوں نہ ہو
جس نے چھوڑا دین و دنیا کا خیال
دونوں عالم میں وہ یکتا کیوں نہ ہو
راز افشا کر دیا منصور نے
جابجا اب اس کا چرچا کیوں نہ ہو
کھل گئی اپنی حقیقت جس کو وہ
جز سے کل قطرہ سے دریا کیوں نہ ہو
جس نے دیکھا چشم حق بیں سے تمہیں
وہ تمہارا دل سے بندا کیوں نہ ہو
آدمی اوگھٹ سا ہووے بت پرست
یہ جو قسمت میں لکھا تھا کیوں نہ ہو

☆☆☆

شرم کبھی فقط بہانا تھا
دیکھ کر مجھ کو منہ چھپانا تھا
شیخ فردوس جس کو کہتا ہے
وہی اپنا غریب خانا تھا
کیوں نہ آتے عدم سے دنیا میں
یہ جو قسمت میں آب و دانا تھا
پھر آتے ہیں وہ شباب کے دن
ہائے کیا وقت کیا زمانا تھا
بعد مردن بھی ہجر کا غم ہے
ہم نے مرنا وصال جانا تھا
جو محبت کو دل لگی سمجھے
اس سے بیکار دل لگانا تھا
غیر کے ساتھ اس لیے آئے
قبر میں بھی ہمیں جلانا تھا
گھر میں اللہ کے یہ رہتے تھے
ان بتوں کا بھی اک زمانا تھا
دی جگہ در پہ شاہ وارثؒ نے
ورنہ اوگھٹ کہاں ٹھکانا تھا

☆☆☆

عشق رہبر ہے پیشوا ہے عشق
اپنی کشتی کا ناخدا ہے عشق
عشق کیا ہے یہ کوئی کیا جانے
حق یہ ہے راز کبریا ہے عشق
عشق رہتا ہے ساتھ عاشق کے
کون کہتا ہے بے وفا ہے عشق
عشق ہے زیب صدر کون و مکاں
اور سلطان دوسرا ہے عشق
عشق کو کوئی کچھ کہے اوگھٹ
پر ہمارا تو رہنما ہے عشق

☆☆☆

رہے یار آنکھوں میں حسرت یہی ہے
ہماری نماز اور عبادت یہی ہے
خدائی میں ہے یہ اسی بت کا جلوہ
کہ پردہ ہے سب اور حقیقت یہی ہے
کہا وہ ہی منصور نے مرتے مرتے
رہا حق زباں پر صداقت یہی ہے
رہے چشم نم دل ہو پہلو میں مضطر
سنا ہے نشان محبت یہی ہے
مری قبر تک اس مرے درد دل نے
دیا ساتھ میرا رفاقت یہی ہے
در شاہ وارثؒ پہ دم نکلے اوگھٹ
تمنا یہی اور حسرت یہی ہے

☆☆☆☆

کوئی بشر نہ جہاں میں ہو مبتلائے فراق — خدا کے قہر سے کچھ کم نہیں بلائے فراق
ہلاک دم میں جو انساں کو بے اجل کر دے — نہ ایسا درد نہ غم ہے کوئی سوائے فراق
ہزار صدمے ہیں کم ایک ہجر کے غم سے — خدا کسی کے نہ دشمن کو بھی دکھائے فراق
کہیں بڑی ہے قیامت کے دن سے ہجر کی شب — کوئی بیاں نہیں کر سکتا انتہائے فراق
کلیجہ عاشق غمگیں کا روز کھاتا ہے — خدا نے کی ہے مقرر یہی غذائے فراق

سوائے شربت دیدار یار اے اوگھٹ
جہاں میں اور نہیں ہے کوئی دوائے فراق

☆☆☆☆

رہا نہ ہوش کیا عشق میں یہ کیا ہم نے — بتوں کو سجدہ کیا جان کر خدا ہم نے
ہزار حیف نہیں کچھ خطر کہ روز الست — اسی زباں سے کہا تھا بلی ، بلی ہم نے
بتوں کا عشق ہوا جب نصیب اے واعظ — کہ مدتوں کیا پہلے خدا خدا ہم نے
تمھیں تو آگئے دو دن میں جور و ظلم و ستم — تمام عمر میں سیکھی ہے اک وفا ہم نے

سنا ہے کہتا تھا اوگھٹ کہ دین و ایماں بھی
نثار حضرت وارثؒ پہ کر دیا ہم نے

☆☆☆

(۵)

وارث گن پرکاش

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کا ایک دوسرا مختصر دیوان "وارث گن پرکاش" ہے۔ فیضان وارثی کے ساتھ ہی ساتھ وارث گن پرکاش کی اشاعت بھی ہوتی رہی، گویا اس دیوان کی پہلی اشاعت ۱۳۲۵ھ میں باہتمام مسیح الملک جناب حکیم محمد احمد خاں صاحب وارثی دہلوی ہوئی، پھر ۱۹۵۱ء میں زیر اہتمام فقیر منور شاہ وارثی المعروف اختر میر ایڈووکیٹ، راوی روڈ، لاہور سے ہوئی۔ تیسری بار جب ۱۹۶۰ء میں صوفی سلیم الدین احمد وارثی کوچہ آگیارام سنت نگر لاہور سے فیضان وارثی کو چھپوایا تو اس بار بھی اس کے ساتھ وارث گن پرکاش بھی چھپی تھی اور جب چوتھی بار ۱۹۷۳ء میں اور آخر میں ۱۹۹۱ء میں دیوان فیضان وارثی شائع ہوا تو اس کے ساتھ وارث گن پرکاش بھی چھپی۔

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے اس مختصر دیوان کی ضخامت صرف ۳۵ صفحات پر ہے اور تقطیع ۲۰×۲۶ ہے۔ قیمت ایک روپیہ ہے۔ اس دیوان وارث گن پرکاش میں ہندی دوہے ہیں جن دوہوں کی طرف دیدہ وروں کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ اپنے ہندی دوہوں کی بدولت کبیر داس، عبدالرحیم خانخاناں، ملک محمد جائسی، رحیم شاہ وارثی اور امین کے ساتھ کھڑے کیے جا سکتے ہیں۔ دوہے لکھنے کے فن میں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ بہت کامیاب فن کار ثابت ہوئے ہیں اور ان کا کمال عروج کی حدوں کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت کا یہ دیوان "وارث گن پرکاش" ہر دور میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ عام

طور پر غیر مسلم حضرات جو سلسلہ وارثیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جنھیں اس سلسلے سے والہانہ محبت ہے وہ اس دیوان کو آنکھوں سے لگا کر رکھتے ہیں غیر مسلم حضرات کے اصرار پر ۱۹۸۰ء میں میلہ کاتک دیوہ شریف (بارہ بنکی) کے موقعہ پر جناب شیخ رضی احمدؒ صاحب وارثی غیر آستانہ عالیہ دیوہ شریف نے وارث گن پرکاش کو ہندی میں چھپوایا اور اسے عام لوگوں تک پہنچایا۔ اس بار یہ دیوان اس قدر مقبول ہوا کہ ہر وارثی کے گھر کی رونق بن گیا۔ وارث گن پرکاش جو حضرت کا ایک گرانقدر فنی خزانہ ہے اس بیش قیمت ادبی کتاب کے بارے میں کچھ لوگوں کی آراء بھی ہیں جن کو درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱) وارث گن پرکاش اوگھٹ شاہ وارثی کا اعلیٰ کارنامہ ہے جس میں ہندی کے منتخب دوہے ہیں اور جن کی طرف دیدہ وروں کی توجہ دلائی جاتی ہے۔

سید حسن امام وارثی رئیس گیا (بہار)

(۲) وارث گن پرکاش۔ ہندی کے کچھ اشعار کا سرمایہ ہے۔

عزیز وارثی بچھرایونی، (مراد آباد)

ایڈیٹر ندائے اتحاد دہلی

His compositions in "Poorbi Bhasha" (Waris Gun Parkash) have become universally popular.

(Munawar Shah Warsi, Lahore From Thunders of Islam May -June 1955.)

وارث گن پرکاش کے اندر تقریباً اکہتر دوہے ہیں ان تمام دوہوں سے قومی یکجہتی National Integration کا سبق ملتا ہے۔ گویا حضرت اوگھٹ شاہ وارثی نے ان دوہوں کے ذریعے ہر خاص و عام کو قومی یکجہتی کا پیغام دیا ہے۔ ان ہندی دوہوں کے قبل اس دیوان میں ایک مشہور غزل ہندی زبان میں کہی گئی ہے۔ یہ غزل کرشن جی کی شان میں کہی گئی ہے۔ کرشن جی کی شکل اور روپ میں اوگھٹ شاہ وارثی نے اپنے پیر و مرشد کو دیکھنا چاہا ہے۔ اور دیکھا بھی۔ اس ہندی غزل کے کچھ اشعار میں نقل کر رہا ہوں۔ جس سے حضرت کی پوربی بھاشا میں مہارت اور صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

متھرا باسی کنور کنہیا موہن پیارے بنسی دھاری شام کے رادھا سندر چھیلا مور مکٹ شام بہاری
بانکی کج دھج ٹھاٹھ ادا کے چنچل چال پیاری نیاں ساوری صورت نین رسیلے ترچھی چتون چنچل مل پیاری
سب کے ساجن جگ کے داتا جگت دلاری سائیں موری بھوری بھجرا ئے تو ر و دارے ٹھاڑ بھکاری

اہد بن کر دھرم بچایو حیدر ٹھاٹھ میں زور دکھایو کربل میں خود بیت جتایو ماریو تم آپ کٹاری
وارث روپ کہ جب راجہ دیوہ نگری آن بسایو گرو جے اس بولت جگ میں تری جے جے سب نرناری
اگم سمندر ناؤ نہ بیڑا رین اندھیری باٹ نہ جانی
وارث داتا آن بچاؤ اوگھٹ راکھے آس تمہاری

حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کے دیوان وارث گن پرکاش میں چند ایسی بھی غزلیں ہیں جو ہندی اور دونوں زبانوں کا سنگم ہیں ان غزلوں میں سے ایک غزل تحریر کر رہا ہوں۔

دیا ایماں لگایا داغ اپنی پارسائی میں خدا کو چھوڑ بیٹھے ان بتوں کی آشنائی میں
بہت کیے دھن دھرم گیو اور بگڑے سگرے کام اپنے تھے سو بیری بھئے اور نام ہوا بدنام
تمہارے واسطے رسوا ہوئے ساری خدائی میں
پیتم تم پردیس گئے اور لے گئے مورا چین ترے کارن رام دوہائی کلپت ہوں دن رین
تڑپتا ہوں مرے پیاں شکن تیری جدائی میں
وارث داتا آن بچاؤ ناؤ پھنسی منجدھار سائیں آپن دیا کرو کہ لاگے بیڑا پار
تمہارا نام تو مشہور ہے مشکلکشائی میں
رحم کریں کنگال کو صاحب گریب نواج وارث گرو کا داس اوگھٹ کرت ہے جگ میں راج
مزا ہے بادشاہی کا ترے در کی گدائی میں
مدعا پایا پریم کا تو بولا حق منصور اوگھٹ اب چپ سادھے کہ بات نہ پہنچے دور
لٹا بیٹھا وہ نقدِ جاں کسی کی رونمائی میں

حقیقت تو یہ ہے کہ "وارث گن پرکاش" نے سچ مچ میں حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کو زندہ جاوید بنا دیا۔ لہذا اوگھٹ شاہ وارثی کے کچھ خاص دوہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)

گھٹ، گھاٹی، گھاٹ، نہ اوگھٹ جانے، نا جانے کونو راہ
کرپا بھئی گرو وارث کی جو ہوگئے اوگھٹ شاہ

(۲)

اوگھٹ جوگ بھی نرالا اپنی سدھ بسراؤ
مایا موہ نہ من میں آوے وارث کے گن گاؤ

(۱۷)

اوگھٹ ہر کو چار النگ ڈھونڈت ہے سنسار
بغل میں بچہ مگر ڈھنڈھورا اس کا نہیں بچار

(۱۸)

اوگھٹ گیا پراگ میں ملا نہ وہ کرتار
گر کی دیا سے دیکھ پڑا نٹی اوٹھ شکار

(۱۹)

من متھرا دل دوارکا سیوا کرو دن رین
نسدن اوگھٹ ملیں گسائیں ہوا جنم کا چین

(۲۰)

اگم سمندر پاپ کا بوجھا ناؤ پھنسی منجدھار
اوگھٹ گرو کا دھیان رہے کریں گے بیڑا پار

(۲۱)

مکتی ہووے کلیس کے چھٹے جنم کا پاپ
ست گرو کے نام کا اوگھٹ ہردے مالا جاپ

(۲۲)

گرو ہمار ایک ہے اور بچن ہمارا ایک
کریں گے سیوا ایک کی گرو جو راکھے ٹیک

(۲۳)

اپنی گانٹھ کوڑی نہیں پردھنی ہیں دین دیال
اوگھٹ جگ میں دھنی کا داس ہوت نہیں کنگال

(۲۴)

آسن مارو دوبدھا چھاڑو اپنی سدھ بسراؤ
ملیں گے کایا کوٹ میں پربھو اوگھٹ کہیں نہ جاؤ

(۲۵)

پاتی لکھوں تو بھول بڑھے بتھا کہے اگیان
جانت ہیں وہ بن کہے پیتم چتر سجان

(۲۶)

سکھی نہ پایا ٹھور ٹھکانہ پیک پھرا چو دیس
ساجن کا گھر دوار نہیں بھیجوں کہاں سندیس

(۲۷)

پیتم ترے سنگ ہے اپنا راج سہاگ
تم نہیں تو کچھ نہیں تم ملے تو جاگے بھاگ

(۲۸)

سائیں ایسا گن کرو رہے نہ سوچ بچار
دکھ میں سکھ میں کلیس میں گاؤں بھجن تہار

(۲۹)

پیتم سوت سندر سکی پر ہمیں بھی تری آس
بھولے بھٹکے آؤ گسائیں کبھی تو ہمرے پاس

(۳۰)

ہر کہیں اور کہیں نہیں اور بدلے پل پل بھیس
ایسے پیا ہرجائی کو بھیجوں کہاں سندیس

(۳۱)

اوگھٹ جوگی وہی گنی جو اپنی سدھ بسرائے
گیان رہے اور دھیان رکھے اور سانس نہ خالی جائے

(۳۲)

بوڑہی مورت پیر کہاوے میرا پیر جوان
اوگھٹ اپنے پیر کی صورت کو پہچان

(۳۳)

رام ملن کا لیکھا سن لے ہاتھ گرو کا تھام
جگ کی ممتا من سے چھوٹے ملیں گے اوگھٹ رام

(۳۴)

نینن نیر بہائے کہ پونجی گئے سب ہار
اوگھٹ ہاتھ پسار چلے سائیں کے دربار

(۳۵)

جوگی بھوگ وہ کرے جو بن مانگے مل جائے
اوگھٹ دنیا یوں تجے کہ من میں لوبھ نہ آئے

(۳۶)

دیکھے پنڈت سادھو جوگی سنت سادھ ملنگ
پریم کا ہلکی ایک نہ پایا اوگھٹ چار انگ

(۳۷)

اوگھٹ جوگ جوگی کرے رام ملن کی آس
پریم دھیان وہ جوگ ہے جو کرے دھرم کی ناس

(۳۸)

روکے کام کامنا اندری راکھے سادھ
سندر کے تب درشن کرے نہیں تو ہے اپراد

(۳۹)

جاپ جوگ تپ تیرتھ سے نرگن ہوا نہ کوئی
اوگھٹ گرو دیا کریں تو پل میں نرگن ہوئی

(۴۰)

اوگھٹ جنم میں ایک بیر تی ہوت ہے نار
پریم اگن میں جلے پریمی دن میں سو سو بار

(۴۱)

سادھو اوگھٹ سید کو سادھی جوگی کرے سب جوگ
اس ڈگریا ملیں گھٹائیں ندی ہٹو نجوگ

(۴۲)

اوگھٹ سانچ کو آنچ نہ لاگے جانت ہے سنسار
سائیں دھنی ہے دوکھ نہ آوے سانچا رہے بیوہار

(۴۳)

بھوجن میں یہ دھیان رکھے کرت ہیں پر بھو بھوگ
اوگھٹ جوگی رس نہ چاکھے یہی ہے بھوگ میں جوگ

(۴۴)

چیلا کان ہے جیب گرو کہت ہیں سادھو لوگ
بچن سنو سنسار کے اوگھٹ تب ہے پورا جوگ

(۴۵)

سائیں کا گھر دور ہے اور سائیں من کے تیر
سائیں سے بیوپار کرے اوگھٹ وہی فقیر

(۴۶)

گنگا کے اشنان سے کلیس کٹے سکھ پائے
پریم کنڈ میں لکھا یہ ہے جو اترے جل جائے

(۴۷)

رین اندھیری باٹ نہ سوجھی تاک میں ہیں ہریار
اوگھٹ دھرم یہ راکھنا گرو کریں نستار

(۴۸)

پریم نگر میں کام نہ آوے دھن دھرم بدھ لاج
سانچے من پی کرا کرو تو ملیں کرشن مہراج

(۴۹)

سدھ بیچ پگ آگے راکھو ٹھہرو نا اک ٹھاؤں
اوگھٹ جوگی چلتا بھلا پھرو چھوڑ بچھراؤں

☆☆☆

اوگھٹ شاہ وارثی کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کی تحقیق

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ایک کثیر التصانیف بزرگ شاعر اور مصنف تھے ان کی مطبوعہ نثری کتابوں میں رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ اول، شہاب ثاقب موسوم بہ رد کفر، اور ضیافت الاحباب اسم تاریخی کلیات مکتوبات خاص ہیں، ان کتابوں پر ایک اجمالی نظر میں نے گذشتہ باب میں ڈالی ہے، مصنف موصوف کی نثری تصنیفات کے علاوہ ان کے دو شعری مجموعے بھی ہیں جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، ان شعری مجموعوں کے نام ہیں (۱) "فیضان وارثی المعروف زمزمہ قوالی" اور (۲) "وارث گن پرکاش"۔ ان دواوین کے بارے میں بھی میں نے مختصراً ذکر گذشتہ باب میں کر دیا ہے، ویسے حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے اور بھی کتابیں لکھیں تھیں جو ناپید ہو چکی ہیں، رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ دوم اور ضیافت الاحباب اسم تاریخی کلیات مکتوبات حصہ دوم تو تشنۂ طبع ہی رہ گئیں

اب میں حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی کی مطبوعہ تصانیف پر ترتیب وار مختصر تبصرہ پیش کرتا ہوں

(۱) رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ اوّل،

یہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی پہلی تصنیف ہے یہ کتاب ۱۹۲۶ء میں ترتیب ہوئی تھی اور پھر کچھ سالوں کے بعد حسب فرمائش محمد قادر بخش چھپ کر شائع ہوئی اس کتاب کی ضخامت ۱۱۶ صفحات ہے تقطیع ۲۰×۲۶، اور قیمت فی جلد (مع محصول ڈاک) دو روپے تھی۔

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی اس نثری تصنیف کا موضوع ان کے حالات

Scanned with CamScanner

زندگی کا مختصر بیان ہے اور مصنف موصوف نے اس کتاب میں اپنی زندگی کے اہم حالات، واقعات قلم بند کئے ہیں، جو انھوں نے اپنے پیر و مرشد جناب حاجی حافظ سید وارث علی شاہ، اعظم اللہ ذکرہ، دیوہ شریف (بارہ بنکی) کی خدمت میں گزارے ہیں۔

میں ذیل میں اس کتاب کے سرورق کی نقل پیش کرتا ہوں۔

"ان ھذہ تذکرہ فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلا"

رسالہ

رشحات الانس

موسوم بہ

لمعات القدس

(جلد اول)

از افاضات مجمع البرکات، عاشق ذوالجلال، صاحب فضل و کمال، فقیر حق آگاہ، جناب حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ، متوطن بچھرایوں ضلع مراد آباد۔ باہتمام محمد قادر بخش مالک مطبع اصح المطابع وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ طبع گردید

شہاب ثاقب موسوم بہ رد کفر

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کی دوسری تصنیف ہے، یہ کتاب ۱۳۳۳ھ میں ترتیب پائی تھی اور اسی سال چھپ کر منظر عام پر آئی، اس کتاب کی ضخامت ۸۰ صفحات ہے اور اس کی بھی تقطیع ۲۰×۲۶ ہے، قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے درج ہے، اس کتاب کی دوسری اشاعت ۱۳۴۲ھ اور تیسری اشاعت ۱۹۵۰ء میں ہوئی ہے، اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی اس کتاب کا موضوع ایک فتوے کا مدلل جواب ہے جو مولوی عزیز الرحمان صاحب، مفتیٔ دیو بند، کے بغیر سوچے سمجھے ایک کثیر التعداد گروہ کو کافر ہونے کا خطاب مرحمت فرمانے سے متعلق ہے اور اس پر کہ یہ فتویٰ اصول شریعت کے بالکل خلاف اور برعکس و بے بنیاد ہے، اب میں اس کتاب کے سرورق کی نقل پیش کرتا ہوں۔

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

شہاب ثاقب

موسوم بہ

رد کفر

از رشحات خامہ فیض شمامہ

مقبول رحمان، صاحب ایقان، درویش بے ریا، فقیر باخدا، حق بین و حقیقت آگاہ جناب حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ، متوطن بچھرایوں ضلع مراد آباد در ماہ محرم ۱۳۴۲ھ ہجری باہتمام محمد قادر بخش بار دوئم در مطبع اصح المطابع واقع تھوئی ٹولہ، لکھنؤ طبع گردید

ضیافت الاحباب اسم تاریخی کلیات مکتوبات

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی تیسری نثری تصنیف کا نام ضیافت الاحباب اسم تاریخی کلیات مکتوبات ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۰ھ میں چھپی، اس کتاب کی ضخامت ۸۸ صفحات ہے، اس کی بھی تقطیع ۲۰x۲۶ ہے، قیمت ایک روپیہ ۱۲/ ہے، حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی یہ کتاب ان کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو اس زمانے میں ان کے پاس محفوظ تھے، مصنف نے اپنی کتاب میں اپنے برادران طریقت کے اصرار پیہم پر ان جمع کردہ خطوط میں سے کچھ ہی بقدر ضرورت غلامان وارثی کے بعض بعض اہم عریضے مثال کے طور پر تحریر کیے ہیں، مصنف کا واحد مقصد یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے کے خیالات سے اچھی طرح آگاہ ہو سکیں، بعد ازاں طریقہ بیعت و ہدایت، اشغال و مجاہدات کے فوائد اور عقائد ضروری سے واقف ہو سکیں، سرورق کی نقل حسب ذیل ہے۔

هوالوارث

ضیافت الاحباب، اسم تاریخی کلیات مکتوبات،

از تالیف

موحد یکتا، عاشق بے ہمتا، واقف اسرار، کاشف استار، منبع الفیوض والبرکات، مجمع الکمالات والحسنات، عالم علوم طریقت، ماہر رموز طریقت، سالک فی مع اللہ، جناب حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی بھجرایونی (مراد آباد) حسب ایمائے بشارت، انتہائی عالی مرتبت، والا منزلت صاحب تصدیق والایقان جناب حاجی بشیر الدین خاں صاحب وارثی تعلقدار و آنریری مجسٹریٹ غازی پور، باہتمام سید محمد علی مالک مطبع فیض واقع باغ مکان بماہ اگست ۱۹۱۲ء در فیض احمدی پریس لکھنو طبع گردید۔

اب میں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی شعری تصنیفات پر ترتیب وار تبصرہ پیش کرتا ہوں، "فیضان وارثی المعروف زمزمہ قوالی"، یہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا پہلا دیوان ہے، جو پہلی بار ۱۳۲۵ھ میں دوسری بار ۱۹۵۱ء میں تیسری بار ۱۹۶۰ء میں چوتھی بار ۱۹۷۴ء میں اور پھر آخری بار کراچی (پاکستان) سے ۱۹۹۱ء میں چھپا۔ اس کتاب کی ضخامت مختلف اشاعتوں

میں مختلف ہے اور اس کی تقطیع ۲۰x۲۶ ہے، قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنے درج ہے۔ اس کتاب کے سرورق کی نقل درج ذیل ہے۔

یاوارث

فیضان وارثی المعروف زمزمہ قوالی، مصنفہ فقیر کامل حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی مدظلہ العالی، بھجرایوں، (مراد آباد) زیر اہتمام سلیم الدین احمد وارثی کوچہ آگیارام سنت نگر لاہور، جون ۱۹۶۰ء

اس میں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ فیضان وارثی کی کئی اشاعت ہوئی ہیں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا جو کلام شائع ہوا ہے، اس کی تفصیل ترتیب وار حسب ذیل ہے۔

(۱) دیباچہ مصنف صفحہ ایک تا آٹھ

(۲) قطعہ تاریخ

۱۔ قطعہ تاریخ تعمیر خانقاہ ۱۳۲۲ھ۔ کل اشعار ۴

۲۔ قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر صاحب مقبول بارگاہ رب مجید، جناب مولوی عبدالرشید صاحب طالب العلم، مدرسہ عالیہ بھجرایوں، ۱۳۱۹ فصلی — کل اشعار۔ ۴

۳۔ قطعہ تاریخ حجرہ، ۱۳۲۴ھ — کل اشعار۔ ۴

۴۔ قطعہ تاریخ چاہ، ۱۳۲۶ھ — کل اشعار۔ ۴

۵۔ قطعہ تاریخ سہ دری ۱۳۲۷ھ — کل اشعار۔ ۴

۶۔ قطعہ تاریخ جناب قبلہ والد صاحب صابری چشتی علیہ الرحمۃ، ۱۳۱۳ھ ۶

۷۔ قطعہ تاریخ خود۔

(۳) نمبر۱	سلام اول۔	کل اشعار	۲۳
نمبر۲	سلام دوم۔	کل اشعار	۲۶
نمبر۳	سلام سوئم۔	کل اشعار	۱۱
نمبر۴	سلام چہارم۔	کل اشعار	۱۱
نمبر۵	سلام پنجم۔	کل اشعار	۱۱

(۴) مخمس بر غزل حضرت حافظ شیرازی ۱ عدد ۷ بند

(۵) نوحہ ۱ عدد کل اشعار ۱۶

(۶) ولہ

ا۔ اول کل اشعار ۱۶

۲۔ دوم کل اشعار ۱۱

۳۔ سوم کل اشعار ۱۰

(۷) دیگر

ا۔ اول ۶ بند

۲۔ دوم مخمس ۷ بند

۳۔ سوم ۵ بند

(۸) شجرہ

ا۔ شجرہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کل اشعار ۳۸

۲۔ شجرہ قادریہ رزاقیہ وارثیہ کل اشعار ۲۰

۳۔ شجرہ قادریہ وارثیہ کل اشعار ۱۷

۴۔ شجرہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کل اشعار ۲۳

۵۔ شجرہ شریف قادریہ رزاقیہ کل اشعار ۷

(۹) دعائیہ ایک عدد کل اشعار ۴

(۱۰) ساقی نامہ ایک عدد کل اشعار ۲۱

(۱۱) ردیف وار

ردیف	تعداد غزل	تعداد اشعار
ا	۱۳	۸۱
ث	۲	۱۰
ج	۱	۷
ر	۲	۱۶
ق	۲	۱۱
م	۳	۱۹

ردیف	تعداد غزل	تعداد اشعار
ن	۸	۴۲
و	۱	۶
ہ	۳	۱۹
ی	۲۳	۱۲۷

کل تعداد غزل و اشعار۔ ۵۹ ۳۵۸

اب میں حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے دوسرے دیوان کا ذکر کرتا ہوں۔ "وارث گن پرکاش" یہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کا دوسرا مختصر دیوان ہے، اس دیوان کی اشاعت اتنی ہی بار ہوئی جتنی بار فیضان وارثی کی اشاعت ہوئی ہے گویا یہ پہلی بار ۱۳۲۵ھ، دوسری بار ۱۹۵۱ء تیسری بار ۱۹۶۰ء چوتھی بار ۱۹۷۴ء اور پانچویں بار ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی اس دیوان کی ضخامت بہت ہی کم یعنی صرف ۲۵ صفحات ہے اور اس کی تقطیع بھی وہی ۲۰×۲۶ ہے، اس کی قیمت صرف ایک روپیہ درج ہے۔

اس دیوان کے سرورق کی نقل پیش کرتا ہوں۔

یاوارث

وارث گن پرکاش

مصنف۔ فقیر کامل حضرت حاجی فقیر اوگھٹ شاہ صاحب وارثی مدظلہ، العالی، گھرایوں، مراد آباد،

زیر اہتمام۔ سلیم الدین احمد وارثی، کوچہ آگیارام، سنت نگر، لاہور، جون ۱۹۶۰ء

اوگھٹ شاہ وارثی کے اس دیوان میں ہندی کے لگ بھگ اکہتر دوہے ہیں، جو فنی اعتبار سے بالکل درست اور صحیح ہیں، حضرت کے اس دیوان میں چند ہندی غزلوں کی ترتیب ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) غزل ہندی ۲ عدد

غزل ہندی اول تعداد اشعار ۷ عدد

غزل ہندی دوم تعداد اشعار ۱۰ عدد

کل تعداد ۱۷ عدد

(۲) دوہے

یہ تو حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی مطبوعہ تصانیف کا ذکر کیا گیا۔ اب میں حضرت کی غیر مطبوعہ تصانیف کا ذکر کروں گا۔ دیگر کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مصنف نے اپنی مندرجہ بالا مطبوعہ پانچ تصانیف کے علاوہ اور بھی دوسری کتابیں تصنیف کی تھیں مگر بعض حالات اور واقعات کے تحت وہ کتابیں شائع نہ ہو سکیں۔ ان کتابوں کے قلمی نسخے تو ان کے خاص الخاص شاگردوں نے رکھ لیے تھے اور وہ سب انھیں کے پاس رہ گئے، جو چھپ نہ سکے، چونکہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی زندگی کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزرا ہے، جیسا کہ ان کے حالات زندگی میں بیان کیا گیا ہے، اس سیر و سیاحت کی وجہ سے ان کے قلمی نسخے کسی ایک خاص جگہ پر محفوظ نہ رکھے جا سکے، ایسا اندازہ کیا جاتا ہے کہ حضرت جب بھی کہیں تشریف لے گئے اپنے قلمی نسخے بھی ساتھ لیتے گئے ہوں گے اور وہ قلمی نسخے وہیں رہ گئے ہوں تو عجب کیا، اب یہ معلوم کرنا یا پتا لگانا بہت دشوار طلب معاملہ ہے کہ ان کے قلمی نسخے کس کے پاس اور کہاں رہ گئے۔ جیسا کہ ایک دستاویز مطبوعہ پرچم پرنٹنگ پریس کراچی، جس کا ذکر میں حضرت حاجی فقیر اوگھٹ شاہ وارثی کے حالات زندگی میں کر چکا ہوں، سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی دوسری تصنیف رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ دوم کا مسودہ انجمن اتحاد وارثیہ کراچی کے سیکریٹری کے پاس رہ گیا جس کی تکمیل طباعت نہیں ہو سکی۔ جیسا کہ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔

"چنانچہ تمھاری انجمن کے سیکریٹری کے پاس رشحات الانس کا مسودہ بھی آ گیا ہے جس کی طباعت کے وقت دوسری جلد کے واقعات کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔"

تقریظ، از مطبوعہ پرچم پرنٹنگ پریس کراچی ۱۹۵۲ء

حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی تیسری تصنیف "ضیافت الاحباب اسم تاریخی کلیات مکتوبات" کے حصہ دوم کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا جس کی وجہ سے یہ بھی زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔ اس طرح حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کا بہت سا مسودہ ضائع ہو گیا جس کا کچھ نام و نشان بھی نہیں ملتا، اب قیاس کیا جاتا ہے کہ حضرت مصنف کے بہت سے مسودے ہوں گے جو ضائع ہو گئے اور شائع نہ ہو سکے، یہ ہم لوگوں کی بد نصیبی ہی کہی جائے گی جو ان بیش قیمت مسودوں کو دیکھ بھی نہ سکے اور یہی بات ان کے شعری مجموعوں کے ساتھ ہوئی ہوگی۔

(۶)

کلام پر تفصیلی و تنقیدی نظر

حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کی نظم ہو یا نثر، ہر جگہ ان کی روح کی پاکیزگی اور دل کی صفائی اور جلا موجود ہے، ہر اعتبار سے آپ کی نظم و نثر کے معیاری ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مختصر ترین کلام کو ہی کلام الملوک، ملوک الکلام کا درجہ حاصل ہے، آپ کی شاعری میں انوار الٰہی اور عرفان وصال حق کی باتیں موجود ہیں، چونکہ حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ایک فطری شاعر تھے، ان کی شاعری میں عشق و محبت کے نغمے بھرے پڑے ہیں گویا زمزمہ سرمدی ہیں۔ حضرت کا عشق حقیقی ہے وہ فریفتۂ جمال ازلی ہیں، مشاہدۂ حقیقی کے جلووں سے ہمیشہ سرشار نظر آتے ہیں، ان کا رنگ تغزل بڑا ہی پاکیزہ اور مجاز میں حقیقت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ایک بزرگ اور خاندانی صوفی شاعر تھے، علم تصوف اور علم معرفت انھیں ورثے میں عطا ہوا تھا، انھوں نے شاعری میں اخلاقی اور صوفیانہ تعلیمات پر ہی زور دیا ہے، کیفیات و واردات قلبی کا تذکرہ بھی اس انداز کیا ہے کہ۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر

پھر بھی حضرت نے اپنے عقائد اور مسلک کے پیش نظر اپنے کلام کو دنیاوی خرافات سے پاک اور الگ رکھنے کی حتی الامکان کوشش بھی کی ہے، آپ ہمیشہ سے عشق محمدیؐ میں سرمست تھے اور مدینہ منورہ کو ہی اپنا ملجا و ماویٰ تصور کرتے رہے، جیسا کہ ان کے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱)

آباد جنوں میں کروں صحرائے مدینہ
ہو جائے اگر الفت لیلائے مدینہ

(۲)

نہ حوروں کی حسرت نہ جنت کی خواہش
مرا دل ہے اوگھٹ فدائے مدینہ

Scanned with CamScanner

(۳)

اوگھٹ جوگی بن کے نکلنا احمدؐ نام کی سمرن جپنا
لکھنا اپنی لوح جبیں پر **صلی اللہ علیہ وسلم**

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے ہم عصر وارثی شاعر حضرت بیدمؔ شاہ وارثی بھی عشق رسول میں بے خود نظر آتے ہیں ان کی مشہور نعت کا شعر ہے۔

آئی نسیم کوئے محمد **صلی اللہ علیہ وسلم**
کھنچنے لگا دل سوئے محمد **صلی اللہ علیہ وسلم**
بھینی، بھینی خوش بو لکی بیدمؔ دل کی دنیا مہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد **صلی اللہ علیہ وسلم**

ایک دوسرے شاعر جن کا نام رضا شاہ وارثی ہے اور اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے ہم عصر شاعر ہیں ان کا خیال عشق رسول کے متعلق کچھ اسی طرح ہے۔ ایک بند پیش خدمت ہے۔

جنت کے مکانوں کو جو دیکھا شہ دیں نے
یاد آئی امت تو کہا عرش نشیں نے
لکھ دے مرے اللہ یہ بخشش کے سفینے
جو داغ ہیں عصیاں کے وہ بن جائیں نگینے
چمکے مری امت کا ستارا شب معراج

عشق رسول کے ساتھ ساتھ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کا کلام مذاق توحید سے بھی لبریز ہے، توحید سے متعلق کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

طلب گار تیرے چشم حقیقت — تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں
بن کے آدم اپنے نظارہ کو خود — جلوہ فرما وہ مہ کامل ہوا
حرم میں، بت کدے میں، ہم کو واعظ — نظر آتا ہے اک جلوہ کسی کا
دیکھتے ہیں دیکھنے والے تمھیں — کوئی صورت کوئی نقشا کیوں نہ ہو

پوربی بھاشا میں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کو بہت دسترس حاصل تھی، چنانچہ توحید سے متعلق کچھ اشعار انھوں نے پوربی بھاشا میں کہے ہیں، وہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

مہرا ہاشمی، کنور کنھیا، موہن پیارے، بنسی دھاری
دم کے راجہ، مندر چھیلا، مور گسائیں، شام بہاری

احمد بن کے وھرم بتایو حیدر ٹھاٹھ میں زور دکھایو
کربل میں خود پیٹ جتایو ماریو تم آپ کٹاری

حضرت بیدمؔ شاہ وارثیؒ کا یہ شعر توحید سے متعلق کتنا پیارا معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ ہو۔

خود ہی گلچیں ہوں غنچہ وگل ہوں
خود ہی بلبل ہوں باغباں ہوں میں

کیسے سجدہ کروں تجھے اے بت
ہائے مسجود قدسیاں ہوں میں

لگے ہاتھ بابا رضا شاہ وارثیؒ کا بھی ایک شعر ملاحظہ فرمائیں جو وحدانیت کا پتا دیتا ہے۔

آپ ہی مندر، آپ ہی مسجد، آپ بنا گوشالہ
اپنی پوجا آپ کرے ہے آپ جپت ہے مالا
ہر ہر کر کے ہر جا سادھو کا ہے پھرے ہے نراسا
کہت رضا وہ ہرجائی کا ہر گھر میں ہے باسا

تصوف میں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کا سلسلہ وارثیہ تھا اور اس سلسلے کی اصل بنیاد عشق و محبت ہے، عشق و محبت کا جذبہ حضرت کے اندر موجزن تھا، چنانچہ ان کا کلام بھی عشق و محبت سے بھرا ہوا ہے، یہاں ان کے چند اشعار تحریر کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

عشق رہبر ہے پیشوا ہے عشق
اپنی کشتی کا ناخدا ہے عشق
عشق کی نیرنگیاں ہیں، شیخ تو سجدہ کرے
اور برہمن دیکھ اس بت کو مسلماں ہو گیا
رہے یاد آنکھوں میں حسرت یہی ہے
ہماری نماز اور عبادت یہی ہے
آنکھیں پھوٹ جائیں کر کسی کو اک نظر دیکھیں
تمھیں دیکھا کریں گی اور تمھیں کو عمر بھر دیکھا

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی شاعری پوربی بھاشا

میں بھی اپنی بہار دکھاتی رہی ہے چنانچہ عشق و محبت کا خیال پوربی بھاشا میں بھی موجود ہے، ملاحظہ ہو یہ شعر۔

مدعوا نے پریم کا تو بولا حق منصور اوگھٹ اب چپ سادھیے کہ بات نہ پہنچے دور

لٹا بیٹھا وہ نقد جاں کسی کی رونمائی میں

جس جس موضوع پر حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے اشعار موجود ہیں حضرت بیدمؔ شاہ وارثیؒ اور حضرت بابا رضا شاہ وارثیؒ نے بھی اپنے اپنے خیال ظاہر کیے ہیں، جیسا کہ حضرت بیدمؔ شاہ وارثیؒ اس شعر میں فرماتے ہیں۔

خون دل عاشق کے اس قطرہ کا کیا کہنا
دنیائے وفا جس نے رنگین بنا ڈالی

عاشق نہ ہو تو حسن کا گھر بے چراغ ہے
لیلےٰ کو قیس شمع کو پروانہ چاہیے

بابا رضا شاہ وارثیؒ کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

عشق سے اظہار شوخی ہے تری
حسن والوں میں ترا انداز ہے

پڑھتا ہے آج میکدۂ عشق میں نماز
ساقی وہ مئے پلا کہ شکستہ وضو نہ ہو

تصوف میں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کا مرتبہ بہت بلند تھا، اپنے پیر و مرشد جناب حاجی سید وارث علی شاہ صاحب، اعظم اللہ ذکرہٗ کے شیدائی تھے لہٰذا حضرت نے اپنے کلام میں جو کچھ بھی کہا ہے اس کی اصلی قدر و قیمت ایسے واردات قلب و ذہن کے اعتبار سے ہے جو بغیر صحبت مرشد اور ذکر کے حاصل نہیں ہو سکتی، وہ اپنے پیر و مرشد پر دل و جان سے شیدا تھے، جس طرح حضرت امیر خسروؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید خاص تھے، اسی طرح حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ قبلہ حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب اعظم اللہ ذکرہٗ کے لیے تھے، گویا وہ فنا فی الشیخ ہو چکے تھے، لوگوں کا کہنا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں حضرت حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی شکل و صورت ہو بہو قبلہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کی ہو گئی تھی، شاہ جاتی وارثیؒ جگد لیش پوری کا یہ شعر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔

چشم حق بیں سے جو دیکھے تو وہ دیکھے جاتی

میرے سرکار تو سرکار بنے بیٹھے ہیں

اسی طرح حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ اپنے پیر و مرشد کے بغیر اپنی زندگی کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتے، یہاں میں حضرت کے چند اشعار تحریر کرتا ہوں جو انھوں نے اپنے مرشد کامل حضرت حاجی صاحب قبلہؒ کے لیے فرمائے ہیں۔

کسی کی بھاتی نہیں کہانی کوئی خوش آتا نہیں ہے قصہ
کسی کا سنتے نہیں فسانہ سوائے اک داستان وارث

شمع ایوان جہاں تیرے سوا کوئی نہیں
وارث کون و مکاں تیرے سوا کوئی نہیں

اک نظر میں جس نے لاکھوں کو کیا بے ہوش و مست
دیکھنے والا ہوں میں اس نرگس مخمور کا

در شاہ وارث پہ دم نکلے اوگھٹؔ
تمنا یہی اور حسرت یہی ہے

تصور میں سدا رہتا ہے اوگھٹؔ
قد بالا رخ زیبا کسی کا

حضرت بیدمؔ شاہ وارثیؒ بھی عشق مرشد میں سرشار تھے، انھیں اپنے پیر و مرشد قبلہ حاجی صاحبؒ سے بے حد محبت تھی، جیسا کہ ان کے ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

برہمن دیر پہ صدقے ہیں تو کعبہ پہ شیوخ
اور ہم خیر مناتے ہیں سدا دیوے کی

ہر دل میں ان کے نور کی پھیلی ہے روشنی
وارث علی ہیں شمع شبستان اولیاء

عشق مرشد سے بابا رضا شاہ وارثیؒ کا دل بھی کچھ خالی نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام سے عشق مرشد کی مہک ملتی ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

دیوہ نگر میں دھوم مچی ہے
دولہا بنے ہیں وارث پاک
مل مل سب سکھی سہرا گائیں
جھومت ہے سنسار
چلو ری گوری وارث علیؒ کے دوار

اسی طرح یہ بات بالکل صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ اپنے پیشوائے برحق کے عشق میں متوالے تھے اور عشق مرشد کے سوا انہیں کچھ اور نظر نہیں آتا تھا۔

تصوف کا مشہور شعر ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

صوفی حضرات کے نزدیک دل کی بڑی اہمیت ہے اور وہ دل کی اہمیت کعبہ سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ مشہور صوفی شاعر خواجہ میر درد دہلوی فرماتے ہیں۔

کعبہ نہیں ہے دل ہے کسی نامراد کا
ٹوٹا اگر تو پھر یہ بنایا نہ جائے گا

دردؔ کا ایک دوسرا شعر کچھ اس طرح ہے۔

شیخ کعبہ ہو کے پہنچا ہم کنشت دل میں ہو کر
درد منزل ایک تھی کچھ راہ ہی کا پھیر تھا

حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کا کلام بھی تصوف سے خالی نظر نہیں آتا جیسا کہ حضرت اپنے ان اشعار میں فرماتے ہیں۔

کیوں تصور ان بتوں کا دل میں رہتا ہے سدا
یاالٰہی دل ہے میرا یا کوئی بت خانہ ہے

اخلاق، توکل، قناعت، استغنا، استقامت اہل تصوف کے اوصاف ہیں، وہ لوگ اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسا نہیں کرتے، جیسا کہ شاہ اکبر داناپوری فرماتے ہیں۔

ایک دن بھی کبھی اندیشہ فردا نہ ہوا
ہم کو اللہ پر اپنے ہے بھروسہ کیسا

خاکساری ان کا شیوہ ہے اور کبر و نخوت ان کے نزدیک بڑا گناہ، جیسا کہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ خود فرماتے ہیں۔

برابر ہیں گبر و مسلمان ہم کو
زیادہ کسی کو نہ کم دیکھتے ہیں

ان بزرگوں نے تکبر اور غرور کو ہمیشہ برا اور فانی بتایا ہے، کسی کا یہ ایک مشہور شعر ہے۔

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے بھی نہایت موثر پیرایہ میں یہ بات اس طرح کہی ہے۔

بتوں سے واقف ہوں سنگدل ہیں کبھی نہ خوف خدا کریں گے
غرض کے بندے ہیں بے مروت یہ جب کریں گے دغا کریں گے

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ علم کو تصوف کی جان قرار دیتے ہیں، صوفی کا عالم ہونا ضروری ہے، بے علم صوفی شیاطین کی حرکتوں کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا تصوف اس کے کام نہیں آتا، آپ فرماتے ہیں۔

بہانہ ہے یہ عرش اور لامکاں کا
حقیقت میں وہ میرے دل کا مکیں ہے

صوفیائے کرام کے نزدیک عبادت و اطاعت الٰہی کا کوئی معاوضہ نہیں بلکہ تصوف و طریقت میں ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں دوران عبادت اگر جنت کا تصور بھی آگیا تو عبادت مردود و باطل بلکہ گناہ ہے، غالبؔ نے شاید اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دے کوئی لے کر بہشت کو

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے یہاں بھی یہ بات اس انداز میں نظر آتی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

ترے عاشقوں کو نہ دوزخ کا ڈر ہے
نہ حسرت سے سوئے ارم دیکھتے ہیں

شیخ فردوس جس کو کہتا ہے
وہی اپنا غریب خانہ تھا

صوفیوں کا یہ یقین ہے کہ ماسوااللہ کسی شے کا وجود نہیں، ساری کائنات اور سارا عالم ذات الٰہی کا پرتو ہے، قلب ہی وہ شے ہے جہاں حسن لم یزلی کی تجلی ہوتی ہے، صوفی کا دل عرش الٰہی سے کم نہیں، ذوق نے خوب ہی کہا ہے۔

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے یہاں بھی یہی خیال کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

جس کی گنجائش نہ ہو کونین میں
اس کے رہنے کا مکاں یہ دل ہوا

اور اس مضمون کو خواجہ میر درد نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

ہو گیا مہماں سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

گویا حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے یہاں شان تغزل کی رونق اپنے شباب پر تھی، ملاحظہ فرمائیں ان کے یہ چند اشعار۔

کریں آہ و فغاں پھوڑیں پھپھولے اس طرح دل کے
ارادہ ہے کہ روئیں عید کے دن بھی گلے مل کے

ستم ایجاد ہے ظالم، ادا سے قتل کرتا ہے
گلے ملنے میں رکھ دی تیغ ابرو میری گردن پر

حضرت بیدم شاہ وارثی کا انداز تغزل بھی معیاری ہے، فرماتے ہیں،

حسینوں کا گدا ہوں
حسن والوں کا بھکاری ہوں
میری آنکھیں نہیں یہ

دونوں کاسے ہیں گدائی کے
یوں گلشن ہستی کی مالی نے بنا ڈالی
پھولوں سے جدا کلیاں کلیوں سے جدا ڈالی

اس سلسلے میں حضرت بابا رضا شاہ وارثی کے اشعار کا بھی جائزہ لیتے چلیں۔

مرے جوہر سخن میں ہے رضا وہ حسن و خوبی
جو یقیں نہ ہو تو دیکھے کوئی چشم قدرداں سے

اور پھر ہمہ اوست کا قائل شاعر اس طرح وضاحت کر سکتا ہے۔

خود انا الحق کہا خود قتل کا فتویٰ بھی دیا
قاضیِ شرع بھی ہوں، دار بھی، منصور بھی ہوں

اسی طرح حضرت کے کلام پر وجود و شہود کی گنگا جمنی چلمن ہر جگہ پڑی جھلملا رہی ہے، حضرت کے کلام میں جذبات صادق کی بو قلمونی ہے، احساسات کی ذکاوت، وسعت اور تجربات کی فراوانی اشعار کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتے ہیں۔ آپ کا کلام سوز و گداز اور لطافت و حلاوت سے معمور ہے، درد دل ایک بڑی دولت ہے جو انسان کو انسان کامل بناتی ہے، یہ دولت لازوال ہے اور ہر انسان کو حاصل نہیں ہوتی، حضرت اوگھٹ شاہ وارثی اس لحاظ سے بہت ہی خوش نصیب تھے کہ درد دل کی دولت ان کے حصے میں وراثتاً ملی تھی لہٰذا حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کے یہاں درد دل کی ماجرا طرازی بڑے موثر پیرائے میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

لحد تک بھی نہ چھوڑا میرا پیچھا درد دل تو نے
نہ ایسا ساتھ دینے والا میں نے عمر بھر دیکھا

درد عشق حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کا مزاج بن چکا تھا۔ فرماتے ہیں

عشق کو کوئی کچھ کہے اوگھٹ
یہ ہمارا تو رہنما ہے عشق

اس درد عشق اور خلش سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس میں انھیں بڑی لذت ملتی ہے، فرماتے ہیں۔

کلیجہ عاشق غمگیں کا روز کھاتا ہے
خدا نے کی ہے مقرر یہی غذائے فراق

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے ذات و صفات کے باریک مسئلے پر بھی روشنی ڈالی ہے، حق تعالیٰ موجود ہے۔ اپنی ذات اور اعمال پر اجمالاً مطلع ہے، لہٰذا وجود عین ذات ہے نہ کہ صفت ذات، جیسا کہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی فرماتے ہیں۔

میں پرتو انوار خدا سر نہاں ہوں
عالم میں نشاں جس کا نہیں اس کا نشاں ہوں

غرض حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے بہ حیثیت ایک صوفی شاعر کے اپنی شاعری میں ان تمام صوفیانہ مسائل پر جگہ بہ جگہ وقتاً فوقتاً مزید روشنی ڈالی ہے اور بڑی وسعت نظری سے کام لیا ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنا نظریۂ خیال پیش کیا ہے، بلکہ نحن و اقرب الیہ من حبل الورید کی پوری ترجمانی کی ہے اور اس کی مکمل تعلیم دی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

ہر ہر میں اوگھٹ ہر بسیں ہر ہر کو ہر کی آس
ہر کو ہر ہر ڈھونڈھ پھرا اور ہر ہیں ہر کے پاس

اوگھٹ چیلا وہی گنی جو بن گرو تجے نہ سانس
سوتے جگتے دھیان رہے اور گرو کو راکھے پاس

یہی نہیں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے یہاں ھو الظاھر ھو الباطن کی بھی تعلیم ملتی ہے، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

ہمیں سر خفی ہمیں ظہر و اظہر
عیاں بھی ہمیں ہیں نہاں بھی ہمیں ہیں

ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ کا بیان بھی حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے یہاں ملتا ہے، جیسا کہ ان کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

وہ جانِ جہاں مجھ میں ہے، میں جلوہ ہوں اس کا
یہ شان ہے خود قبلہ و خود قبلہ نما ہوں

مرزا غالب بھی عشق کی اس خلش سے لطف اندوز ہوتے تھے، ان کا بہت مشہور شعر ہے

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

بہر حال دردِ دل کی دولت عشق حقیقی کی بدولت حاصل ہوتی ہے، لوگ عشق مجازی کو عشق حقیقی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ کچھ بھی ہو عشق کی رنگا رنگی ہر شاعر کے کلام میں نظر آتی ہے، اردو شاعری چونکہ فارسی شاعری کی مرہون منت بلکہ سراپا تقلید رہی ہے، لہٰذا اردو شعراء نے بھی ایران والوں کی پیروی میں اظہار عشق مردوں سے کیا تھا، عشق مرد سے ہو یا عورت سے عشق پھر بھی عشق ہے، اردو شعراء میں حکیم مومن خاں مومن دہلوی نے اس میں بڑی مہارت سے کام لیا ہے اور اپنا محبوب ایک پردہ نشیں کو ظاہر کیا ہے، حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے بھی اپنا عشق ایک پردہ نشیں ہی سے بتایا ہے، وہ کہتے ہیں۔

کسی پردہ نشیں کی جستجو میں
کبھی کعبہ کبھی بتخانہ دیکھا

مرے مہ جبیں نے بصد ادا جو نقاب رخ سے اٹھا دیا
جو سنا نہ تھا کبھی ہوش میں وہ تماشہ مجھ کو دکھا دیا

یہی نہیں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے کیفیات عشق اور واردات قلبی کی بڑی موثر ترجمانی کی ہے۔

عشق رہبر ہے پیشوا ہے عشق
اپنی کشتی کا ناخدا ہے عشق
عشق رہتا ہے ساتھ عاشق کے
کون کہتا ہے بے وفا ہے عشق

انسان کا دل آبگینہ ہے بلکہ آئینہ ہے، یہی آئینہ اگر شکستہ ہو تو بقول اقبال آئینہ ساز کی نگاہوں میں زیادہ عزیز ہو جاتا ہے حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے مالک کے حضور میں اپنا دل شکستہ پیش کیا ہے۔

لائے تھے ملک عدم سے ساتھ اپنے نقد دل
اب یہاں سے اس کے بدلے داغ فرقت لے چلے

چین اک دن بھی نہ پایا ہے فراق یار میں
وحشت دل کم ہوئی تھی کچھ کہ سودا ہو گیا

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے یہاں تجربات عشق کی بڑی

حسین تصویر ملتی ہے، ذیل کے اشعار میں کیفیات دل کو کس طرح لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

غم و رنج و الم کا سامنا اوگھٹ نہ کیوں کر ہو
کہ راہِ عشق میں یہ مرحلے ہیں پہلی منزل کے

جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ صوفی مسلک تھے ایک صوفی ظاہر سے زیادہ باطن پر دھیان دیتا ہے، لہٰذا صوفی شاعر کا کلام بھی باطنی اوصاف اور داخلی محاسن سے لبریز ہوگا، حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کس سادگی سے فرماتے ہیں۔

جائیں گے ملکِ عدم کو دین و ایماں چھوڑ کر
سر پہ اپنے کون یہ بارِ گراں لے جائے گا

دیکھ لیں گر اس کو شیخ و برہمن
توڑ ڈالیں سبحہ و زنار آج

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے کلام میں اخلاقیات کا پہلو بھی جگہ بہ جگہ نظر آتا ہے، ایک باوضع صوفی شاعر کی یہی شناخت ہے کہ اخلاق کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پاتا وہ اخلاقیات کا ہر جگہ اور ہر طرح خیال رکھتا ہے، اخلاقیات سے متعلق ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

کریں کیا غیر سے تکرار وہ نااہل و ناداں ہے
جو عاقل ہیں وہ منہ لگتے نہیں بے مغز و جاہل کے

اب گلے مل جاؤ اوگھٹ پیار سے
ہو چکا شکوہ شکایت ہو چکی

کریں سیر کیوں بتکدہ کی نہ واعظ
وہاں کیا خدا کی خدائی نہیں ہے

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے کلام کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی شخصیت کا بھی خیال رکھا ہے۔ شخصیت سے مراد جذبۂ خودداری بھی ہے،

جیسا کہ یہ شعر ملاحظہ ہو۔ عجز و انکسار میں شخصی انا بھی جھانک رہی ہے گویا منصور کے پردے میں خدا بول رہا ہے۔

کہا اس نے زمانہ جن کو اوگھٹ شاہ کہتا ہے
مجھے معلوم ہوتے ہیں وہ خبطی اور واہی سے

کفر اب کعبے میں بھی پھیلائے گا اوگھٹ ضرور
دل میں رکھ کر ان بتوں کو یہ بد ایماں لے چلا

سنی شہرت مرے کشف و تصوف کی تو وہ بولے
ولی اللہ اوگھٹ ہوگئے فضلِ الٰہی سے

اردو کے تمام باکمال شعرائے کرام کی ایک خوبی یہ بھی رہی ہے کہ ان کے کلام میں شوخی و رندی کے جذبے ضرور پائے جاتے ہیں چنانچہ یہی بات حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام کے ساتھ بھی ہے اور وہ اس شوخی و رندی کے معاملے میں دیگر باکمال شعراء حضرات سے پیچھے نظر نہیں آتے بلکہ اوروں سے آگے ہی نظر آتے ہیں، شوخی و رندی سے متعلق حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہوئے سرشار و بے خود شیخ صاحب
کہو فیضِ درِ میخانہ دیکھا
سنا ہے شیخ جی آئے ہیں کعبہ سے چلو پوچھیں
نظر آیا خدا بھی یا خدا کا خالی گھر دیکھا

جو ایک بوسہ کے بدلے کہتے ہو لیں گے ایماں یہ ضد بری ہے
ڈرو خدا سے کہاں سے جا کر ہزاروں ایمان لائیں گے ہم

اٹھ کے ہم کو تھام لے محفل میں وہ مخمورِ ناز
اس تمنا پر یہ اپنی لغزشِ مستانہ ہے

باکمال شعراء حضرات کے یہاں وطن اور سفر کا ذکر بھی بڑے حسین انداز میں نظر

آتا ہے، وطن اور سفر کے تذکرے کلام شاعر کو حسن و خوبی عطا کرتے ہیں، چنانچہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے بھی اپنے کلام میں وطن اور سفر کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے، اس بات کا اندازہ ان اشعار سے کیا جاسکتا ہے۔

دیر و کعبہ کا تماشہ دیکھ کر باور ہوا
جز ترے کونین میں جلوہ نما کوئی نہیں

کسی پردہ نشیں کی جستجو میں
کبھی کعبہ کبھی بت خانہ دیکھا

ہوئے ہیں گھر سے بے گھر اس جنوں میں
مکین لامکاں کی جستجو ہے

سوز و گداز سے کلام دلچسپ اور موثر ہو جاتا ہے، ہر کامیاب شاعر کے کلام میں سوز و گداز کا پہلو بھی موجود رہتا ہے چنانچہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں بھی سوز و گداز کی حلاوت نظر آتی ہے جس سے ان کا کلام بے حد دلچسپ اور پر اثر ہو گیا ہے۔ یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

وہاں وہ ہیں، باغ ہے، غیر ہیں، بٹا ہے، جام شراب ہے
یہاں میں ہوں، سوز و فراق ہے، میرا سینہ غم سے کباب ہے

حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے مزاج میں فقر و توکل و استغنا اور قلندریت والے صوفیانہ عناصر موجود تھے۔ جن چیزوں نے ان کے اشعار کو معنوی محاسن سے پر کیا ہے ایسے دل اور درد مند دل کو عطیہ الٰہی کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیش تر اشعار پر کشش اور دل نشیں ہیں، فرماتے ہیں:

جس نے دیکھا چشم حق بیں سے تمھیں
وہ تمھارا دل سے بندا کیوں نہ ہو

ازل میں اور ابد میں فرق کیا ہے
وہیں جائیں گے آئے تھے جہاں سے

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی غزلوں میں فکر کی رسائی اور تخیل کی پرواز بہت بلند ہے، اشعار میں مضامین کی ندرت اور معنی کی وسعت قابل دید ہے، چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

نیند بھی کم آئی دیکھے خواب میں کبھار بھی
جب کہانی رات کو ہم نے سنی فرہاد کی

کرے حسن و عشق میں بحث کیا، نہیں واقف اوگھٹ بے نوا
بخدا کہ مکتب عشق میں ابھی اس کی پہلی کتاب ہے

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کی مضمون آفرینی اور علوئے فکر ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے۔

بلایا پہلے مقتل میں کیا ہے ذبح خود مجھ کو
قیامت تک نہ بھولوں گا یہ احساں اپنے قاتل کے
ہم رہیں صحرا میں اور درد و الم دل میں رہیں
ہم مسافر ہیں ہمارا دل مسافر خانہ ہے

حال سن کے یار کا آئی تن بے جاں میں جان
نامہ بر میرے لیے گویا مسیحا ہوگیا

حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے اشعار میں قوت مشاہدہ، شدت احساس، شدت جذبہ، صفت فکر، جدت خیال، ندرت مضمون اور لطافت معنوی کی بھی کمی نہیں، فن شعر کے ان تاریک اور مشکل مرحلوں سے اوگھٹ شاہ وارثیؒ اپنی مشاقی فن اور شوکت بیاں کے سبب زیادہ تر کامیاب گزرے ہیں۔ وہ ایک صاحب طرز شاعر ہیں، ان کا اپنا اسلوب ہے اور اپنا انداز ہے، اسلوب کے متعلق کارلائل کا قول ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے۔
"اسلوب کسی ادیب کا کوٹ نہیں ہے کہ جب چاہا اتار اور جب چاہا پہن لیا، یہ اس کی جلد ہے" کلیم الدین احمد نے بھی اردو تنقید پر ایک سطر میں یہی کہا ہے کہ لفظ و معنی کا تعلق جسم اور لباس کا نہیں بلکہ جسم و روح کا ہے۔
دراصل اپنے اسلوب سے ہی شاعر جانا پہچانا جاتا ہے، ایک ادبی کارنامے کو سمجھنے کے

لیے ہمیں اس کے مواد و ہیئت دونوں پر غور کرنا ہوگا، کوئی صنف نہ محض الفاظ کا ڈھیر ہے اور نہ معنی کا ہجوم، لفظ و معنی کا تعلق جسم و روح کا تعلق ہے، جسم و روح کے اتصال سے ہی زندگی عبارت ہے، بقول ضیاءالدین احمد بدایونی۔

"جہاں تک ادب و شعر کا تعلق ہے ادیب و شاعر کے ذہنی عمل میں اور نیز اس کی خارجی تشکیل میں مواد و ہیئت ایک وحدت کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

آج کل، فروری ۱۹۳۹ء صفحہ نمبر ۵

اسلوب کے ذریعے کسی شاعر یا ادیب کی شخصیت متعین کرنے میں سہولت اور مدد ملتی ہے، کسی شاعر یا ادیب کا اسلوب اس فنکار کی علامت بن جاتا ہے، حافظؔ، سعدیؔ، غالبؔ، مومنؔ، داغؔ، میرؔ یا انیسؔ وغیرہ اپنے طرز ادا اور اسلوب بیان سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ کسی بھی فنکار کے اسلوب بیان میں بہت سے اجزاء کار فرما ہوتے ہیں۔ تشبیہ و استعارہ، محاورات، ضرب الامثال، صنائع اور بدائع اور روز مرے کا عام استعمال جب ایک خصوصیت حاصل کرلے تو وہی اسلوب کی علامت بن جاتا ہے اور فنکار کی شخصیت اس چلمن سے جھانکنے لگتی ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے محاوروں اور صنعتوں کا خوب استعمال کیا ہے ان کا کلام محاوروں کی کثرت سے لبریز ہے، اگر ہم یہ کہیں کہ اوگھٹ شاہ کی زبان بڑی بامحاورہ تھی تو بے جا نہ ہوگا، یہ محاورے کس انداز سے استعمال ہوئے ہیں اور ان کے استعمال میں شعریت ہے یا نہیں قابل لحاظ ہے، اب ہم ذیل میں اوگھٹ شاہ صاحب کے استعمال شدہ محاوروں پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہوئے ان کا جائزہ لیں گے جو ان کے شعری مجموعہ فیضان وارثی سے منتخب ہیں۔

(۷)

اردو محاوروں کا استعمال

(۱) منہ چھپانا

شرم کبھی منہ بہانا تھا
دیکھ کر مجھ کو منہ چھپاتا تھا

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ صاحب نے اس محاورے کا استعمال کر کے شعر میں تیزی اور تیکھاپن پیدا کر دیا ہے اور اس سے زبان کی فصاحت اور روانی میں اضافہ ہوا ہے۔

(۲) دل لگانا

جو محبت کو دل لگی سمجھے
اس سے بیکار دل لگاتا تھا

(۳) لبوں پہ دم ہونا

الٰہی جس دم لبوں پہ دم ہو، زباں ہو صرف ثنائے وارث
کہ دل میں شوق وصال وارث، ہو آنکھ محو لقائے وارث

(۴) گلے ملنا

کریں آہ و فغاں پھوڑیں پھپھولے اس طرح دل کے
ارادہ ہے کہ روئیں عید کے دن بھی گلے مل کے

(۵) تماشا دکھانا

مرے مہ جبیں نے بصد ادا، جو نقاب رخ سے اٹھا دیا
جو سنا نہ تھا کبھی ہوش میں، وہ تماشا مجھ کو دکھا دیا

(۶) دل سے بھلا دینا

تجھے دیکھ او بت خوش ادا، پھری آنکھ ساری خدائی سے
وہ جو یاد رہتی تھیں صورتیں، انھیں صاف دل سے بھلا دیا

(۷) صدقہ کر کے اڑا دینا

میں وہ مرغ خانہ خراب ہوں کہ چمن قفس کا ہے ذکر کیا
لیا گر حسینوں نے مول بھی، مجھے صدقہ کر کے اڑا دیا

(۸) دل لگی سمجھنا

جو محبت کو دل لگی سمجھے
اس سے بے کار دل لگاتا تھا

(۹) سودائی ہونا

سینہ کوبی دیکھ کر اوگھٹ کی بولا وہ حسیں
یہ کوئی سودائی ہے خبطی ہے یا دیوانہ ہے

(۱۰) آنکھوں میں یار کا رہنا

رہے یار آنکھوں میں حسرت یہی ہے
ہماری نماز اور عبادت یہی ہے

(۱۱) قطرہ سے دریا بنانا

نگاہ وارث نے سینکڑوں کو بنایا قطرہ سے پل میں دریا
نظر جو آتے تھے پہلے ذرے انھیں کو پھر آفتاب دیکھا

(۱۲) بیڑا پار لگانا

جو سب کی مشکل میں کام آئے کرے غریبوں کی دستگیری
لگائے بیڑا جو پار اوگھٹ نہیں ہے کوئی سوائے وارث

(۱۳) گدا سے شاہ بنانا

مرا اگرچہ اوگھٹ نام ہے پہ کرم ہے وارث پاک کا
زہے شان دم میں غنی کیا کہ گدا سے شاہ بنا دیا

(۱۴) چشم نم دیکھنا

لڑی ہے کسی گل سے کیا آنکھ اوگھٹ
حسیں منظر، چشم نم دیکھتے ہیں

(۱۵) کمر باندھنا

عجب طرح کی یہ کشمکش ہے، کہ ہم کو ہے انتظار جاناں
کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر، اجل سرہانے یہ بک رہی ہے

(۱۶) دل میں کھٹکنا

نہ درد جائے گا چارہ سازو، عبث تمھاری ہے فکر وکوشش
کسی حسیں کی یہ نوک مژگاں ہمارے دل میں کھٹک رہی ہے

(۱۷) حشر برپا ہونا

گر پڑے غش کھا کے عاشق اور مردے جی اٹھے
دو قدم جب وہ چلے یہ حشر برپا ہو گیا

(۱۸) بے سروساماں کرنا

دل لیا ایماں لیا اور بے سروساماں کیا
یہ مرا کیسا بھرا گھر عشق نے ویراں کیا

(۱۹) کبھی کعبہ کبھی بت خانہ دیکھنا

کسی پردہ نشیں کی جستجو میں
کبھی کعبہ کبھی بت خانہ دیکھا

(۲۰) گھر بیاباں ہونا

سب در و دیوار وحشت ناک آتے ہیں نظر
ہم کو اے مجنوں ہمارا گھر بیاباں ہو گیا

(۸)

ہندی محاوروں کا استعمال

اب ان اردو محاورات کے بعد، میں حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کچھ ہندی محاوروں کو بھی تحریر کر رہا ہوں جو ان کے دوسرے شعری مجموعہ "وارث گن پرکاش" سے منتخب کیے گئے ہیں۔

(۱) سدھ بسرانا

اوگھٹ جوگی وہی گنی جو اپنی سدھ بسرائے
گیان رہے اور دھیان رکھے اور سانس نہ خالی جائے

(۲) کاٹھ کوڑی نہ ہونا

اپنی کاٹھ کوڑی نہیں پرکھتی ہیں دین دیال
اوگھٹ جگ میں دھنی کا داسی ہووت نہیں کنگال

(۳) بھاگ جاگنا

پیتم تمرے سنگ ہے اپنا راج سہاگ
تم نہیں تو کچھ نہیں تم ملے تو جاگے بھاگ

(۴) دھیان جمانا

کایا کی ممتا تجو اور اپنی سدھ بسراؤ
موہن مرلی آن سنائیں ایسا دھیان جماؤ

(۵) پران تجنا

مدھوا پیو پریم کا بن میں کرو استھان
من موہن کے دھیان میں اوگھٹ تجو پران

(۶) دھیان لگانا

اوگھٹ باجیں رام کے باجن سن لو سیس جھکاؤ
آسن مارو سبد کو سادھو من سے دھیان لگاؤ

(۷) ہاتھ تھامنا

رام ملن کا لیکھا سن لے ہاتھ گرو کا تھام
جگ کی ممتا من سے چھوٹے ملیں گے اوگھٹ رام

(۸) سیوا کرنا

گرو ہمارا ایک ہے اور بچن ہمارا ایک
کریں گے سیوا ایک کی گرو جو راکھے ٹیک

(۹) دو بدھا پچھاڑنا

آسن مارو دو بدھا پچھاڑو، اپنی سدھ بسراؤ
ملیں گے کایا کوٹ میں پرنجو، اوگھٹ کہیں نہ جاؤ

(۱۰) نئی اوٹھ شکار

اوگھٹ گیا پراگ میں ملا نہ وہ کرتار
گروکی دیا سے دیکھ پڑا نئی اوٹھ شکار

☆☆☆☆

(۹)

کلام میں صنعتوں کا استعمال

مندرجہ بالا محاوروں کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ اشعار کے معنوی محاسن سے بہ خوبی واقف تھے، انھوں نے سینکڑوں برمحل اور برجستہ محاوروں کے استعمال سے اپنے اشعار میں تیزی، فصاحت، روانی اور تیکھاپن پیدا کیا۔ ان کے کلام میں صنعتوں کا استعمال بھی بکثرت ہوا ہے، ایک باخبر فنکار صنعتوں کے تمام لوازم سے آشنا ہوتا ہے اور صحیح فنکاری بھی یہی ہے کہ اس کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ مندرجہ ذیل صنعتوں کا استعمال حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں موجود ہے۔

(۱) صنعت تطبیق یا تضاد

یہ وہ صنعت ہے کہ ایک کلام میں دو کلمے معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہوں خواہ ہر دو اسم ہوں یا ہر دو فعل۔ صنعت تضاد ایک فطری حسن ہے، شاعر اپنے کلام میں اس تضاد سے فائدہ اٹھاتا ہے اسے ہی صنعت تطبیق یا صنعت تضاد کہتے ہیں۔ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے یہاں اس صنعت کا بہت کامیاب استعمال نظر آتا ہے۔

شام کو آئے گا وہ بالائے بام
صبح سے بیٹھیں پس دیوار آج

(۲) صنعت تلمیح

یہ وہ صنعت ہے کہ کلام میں کسی مشہور قصہ یا آیت یا حدیث یا کسی مضمون مشہور کی طرف اشارہ کیا جائے حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے یہاں تلمیح کی بہت سی مثالیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً۔

ہمیشہ ہم بغل وہ رشک لیلیٰ ہے تصور میں
مری آغوش گویا اے جنوں آغوش محمل ہے

(۳) صنعت لف و نشر

یہ وہ صنعت ہے کہ اول چند چیزوں کا ذکر کریں بعد ازاں مناسبات کو بیان کریں۔ اول کو لف اور دوسرے کو نشر کہتے ہیں اگر نشر کی ترکیب لف کے مطابق ہو تو اسے لف و نشر مرتب کہیں گے ورنہ غیر مرتب۔ اس سلسلے میں حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کا یہ لف و نشر کی عمدہ مثال ہے۔

آن کر ملک عدم سے میں نے یہ سودا لیا
دل دیا اور اس جہاں سے عشق خوباں لے چلا

(۴) حسن تکرار

جب کسی لفظ کی تکرار سے اپنے اشعار میں صوتی یا معنوی حسن پیدا کرتے ہیں تو اسے حسن تکرار کہتے ہیں۔ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں یہ حسن بھی پایا جاتا ہے۔

زیادہ سمجھا نہ مجھ کو واعظ تری نصیحت نہ میں سنوں گا
بھلا بتوں سے کروں کنارہ خدا خدا کر خدا خدا کر

(۵) حسن تعلیل

کسی چیز کی ایسی علت بیان کرنا جو حقیقتاً اس کی علت نہ ہو مگر اسے پڑھ کر اس کی مناسبت سے انسان محظوظ ہو۔ جیسا کہ اوگھٹ شاہ وارثیؒ فرماتے ہیں۔

نیند بھی کم آئی دیکھے خواب میں کوہسار بھی
جب کہانی رات کو ہم نے سنی فرہاد کی

(۶) سہل ممتنع

وہ صنعت ہے کہ جس سے شعر میں نثر کی شان معلوم ہو مگر اس میں شعریت برقرار رہے، یعنی اتنا سہل انداز بیان جس کے لیے منع کیا گیا ہو، اس میں بے ساختہ پن برجستگی اور روانی کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے فرمایا ہے۔

ابرو نے، چشم تر نے، مژگان یار نے
گھائل کیا مجھے انھیں دو تین چار نے

(۷) رعایت لفظی

یہ وہ صنعت ہے جسے شعرائے لکھنو نے کمال کو پہنچا دیا۔ حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کا مزاج بھی اس طرف مائل تھا۔ اس شعر میں رعایت لفظی کی مثال دیکھیے۔

نیچہ چھوٹا سا، نازک ہاتھ، اس پہ کم سنی
زخم گر اوچھے لگے تو کیا خطا جلاد کی

(۸) محاکات

یہ وہ صنعت ہے جس کے ذریعہ شاعر کسی واقعہ اور کسی فعل کے اچانک پن کو ہو بہو پیش کر دے اور نگاہوں کے سامنے ایک مکمل نقشہ آجائے۔

دیکھتے ہیں دیکھنے والے تمھیں
کوئی صورت کوئی نقشا کیوں نہ ہو

(۹) صنعت تقسیم

چند چیزوں کا ایک ساتھ یا الگ الگ بیان پھر ان کی نسبت سے چیزوں یا شخصیتوں کا ذکر کرنا مثلاً یہ شعر۔

شیخ کو کعبہ مبارک، برہمن کو بت کدہ
رند ہوں زاہد مجھے، کافی در مے خانہ ہے

(۱۰) صنعت تعجب

کلام میں کسی بات پر تعجب اور حیرت کا اظہار کرنا اور اس کے لیے قیاس آرائی سے کام لینا۔ مثلاً یہ شعر۔

طبیبوں نے سمجھا ہے کیا یہ تماشا
مری نبض کیوں دم بدم دیکھتے ہیں

نکلے خانہ سے جب اوگھٹ تو پوچھا شاہ جی
یہ بغل میں کیا دبائے آپ حضرت لے چلے

(۱۱) صدق محاورہ

حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے اپنے کلام میں صدق محاوروں کا بھی بکثرت استعمال کیا ہے اور اس کے استعمال سے کلام میں حسن پیدا کیا ہے۔ تمثیلاً ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

کس کو سودا ہو بلا آتی ہے کس پر دیکھیں
چلے بن ٹھن کے وہ بازار خدا خیر کرے

(۱۲) ضرب الامثال

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے یہاں ضرب الامثال کا استعمال بھی بڑے سلیقے سے ملتا ہے ضرب الامثال کے استعمال سے وہ اپنے کلام میں رنگینی پیدا کرتے ہیں، ایک شعر ملاحظہ ہو۔

کرتا ہے میرا وعدہ فراموش مجھ کو یاد
بے وجہ آج آتی ہیں یہ ہچکیاں نہیں

(۱۳) صنعت مراعات النظیر

صنعت مراعات النظیر کی بھی عمدہ مثالیں حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ کیا خوب کہا ہے۔

خواب میں دیکھا ہے روئے یار آج
بخت خفتہ ہوگیا بیدار آج

(۱۴) صنعت عکس و تبدیل

یہ وہ صنعت ہے کہ اوئی کلام میں دو اجزاء کا ذکر کریں بعد ازاں اول جز کو آخر اور آخر کو اول کریں۔ مثلاً

دیکھ لیں گر اس کو شیخ و برہمن
توڑ ڈالیں سبحہ و زنار آج

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے ان شعری صنعتوں کے برتنے میں حسن کاری اور فنکاری کو مد نظر رکھا ہے، یہ صنعتیں جن کا بھی اوپر ذکر کیا گیا کم و بیش تمام اساتذہ نے

استعمال کی ہیں اوگھٹ شاہ صاحب نے ان صنعتوں سے اپنے کلام میں حسن پیدا کیا ہے اور اس میں ہمیشہ کامیاب رہے ہیں۔

تشبیہ اور استعارہ

تقریباً ہر زبان کے شاعر نے اپنے کلام میں تشبیہ اور استعارہ سے کام لیا ہے لیکن یہی تشبیہ کبھی کبھی فن پاروں میں بجائے حسن پیدا کرنے کے قبح کا سبب بن جاتی ہے اور شاعر یا فنکار کی ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے اور نظم بے اثر ہو جاتی ہے، تشبیہ کی زیادتی اکثر و بیشتر شاعری کے لیے مہلک ثابت ہوتی ہے، مثلاً انگریزی شاعر شیلی کی نظم اسکائی لارک اپنی تشبیہات میں گم ہو گئی اسی طرح جوش ملیح آبادی کی نظم جنگل کی شہزادی تشبیہ کی زیادتی کی وجہ اور کثرت استعارات کے سبب تباہ ہو گئی۔ تشبیہ اگر ایک انداز اور توازن کے ساتھ استعمال ہو تو اس سے حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور فن پارے جی اٹھتے ہیں، حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے بھی تشبیہ اور استعارے کے استعمال سے اپنے کلام کو سنوارا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

خم ابرو پہ مفتوح ہوگیا دل
کیا اس نے مجھے گھائل کماں سے

ان تشبیہوں کو غور سے دیکھا جائے تو حسن تعلیل اور رعایت لفظی کے ساتھ ان میں کتنی ندرت اور تازگی پیدا ہو گئی ہے، یہی خوب صورت تشبیہیں فنکار کی ذہانت اور طباعی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

طنز و مزاح

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کی طبیعت میں شوخی، رنگینی اور مزاح بھی تھا، وہ بڑے زندہ دل آدمی تھے، زندہ دلی سے متعلق جیسا کہ ایک شعر ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

اس لیے حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے زاہد و شیخ، واعظ اور محتسب پر طنز و مزاح کے بڑے خوب صورت اور سبک تیر و نشتر چلائے ہیں، طبیعت کی شوخی و بذلہ سنجی ان کے سادہ اور پرکار کلام میں کہیں کہیں بڑا لطف پیدا کر دیتی ہے جیسا کہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں۔

سنتے ہیں واعظ کی میخانہ میں آج
رہن دستار فضیلت ہوگئی

شیخ کو کعبہ مبارک، برہم کو بت کدہ
رند ہوں زاہد مجھے کافی در مے خانہ ہے

تراکیب و بندش الفاظ

حضرت بدرالدین اوگھٹ وارثیؒ اردو کی طرح فارسی اور عربی زبان سے بھی پوری طرح آگاہ تھے، اور ان پر بڑی حد تک دسترس رکھتے تھے، آپ نے اپنی اردو غزلوں اور نظموں میں وہ بندش اور ترکیبیں استعمال کی ہیں جو ان کی علمی استعداد کی غماز ہیں۔ یہ ترکیبیں اپنے اندر جدت بھی رکھتی ہیں اور وسعت معنی بھی۔

ہیں معنیٰ فی القلم جس پہ ہویدا
اوگھٹ وہ سمجھتا ہے کہ میں کون ہوں کیا ہوں

ہندی الفاظ کا استعمال

حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں ہندی اور مقامی بولی کے الفاظ بھی بہ کثرت استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً لاگ، منتر، اٹل، دودبدھا، دھیان، بھور، برجور، اشنان، پران، نجوگ، پاپ، بین، تیرتھ، نرگن، اپراوت، کنگال، سندیس، بھیس، جوگ، بھوگ، درشن، گیانی، وغیرہ ہندی مکھی کے وہ الفاظ جو علاقائی طور پر بولے جاتے ہیں اور اردو کے اعلیٰ ادب میں ان کا استعمال کم ہوتا ہے، پھر بھی ان کی معنویت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے مندرجہ بالا ہندی الفاظ کا استعمال اوگھٹ شاہ صاحب کے ہندی دوہوں میں بکثرت ہوا ہے، اور کوئی بھی لفظ بے محل اور بے موقع نظر نہیں آتا، ایسا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کو ہندی الفاظ کا بھرپور علم تھا۔

حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ اردو کے روایتی مضامین بھی باندھتے نظر آتے ہیں اور باریک نکتے بھی پیدا کرتے ہیں جس سے ان میں رنگینی و شوخی پیدا ہو گئی ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

ذرا سنتا نہیں کہنا کسی کا
دل ناداں کو ہے سودا کسی کا

اردو شعر و شاعری کا چمن تقریباً ہر دور میں سرسبز و شاداب رہا ہے اور اس میں طرح طرح کے گل بوٹے کھلتے رہے ہیں مگر ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است والی بات ہمیشہ صادق نظر آتی ہے، جس طرح ہر پھول اپنی رنگت اور خوشبو جدا رکھتا ہے اور اس کی پہچان ہوتی ہے اسی طرح ہر شاعر اپنے انداز بیان، اپنے اسلوب، ادا، اپنے رنگ و آہنگ، اپنے لب و لہجہ اور اپنے تیور سے جانا اور پہچانا جاتا ہے اس سے اس کی انفرادیت اعتبار پاتی ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ بھی ایک ایسے ہی شاعر تھے، ان کا بھی ایک خاص لب و لہجہ ہے، اس سلسلے میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

تمہیں تو آگئے دو دن میں جور و ظلم و ستم
تمام عمر میں سیکھی ہے اک وفا ہم نے

ذکر اپنا آج کل سنتے ہیں اوگھٹ ہر کہیں
اپنی بربادی کا بھی مشہور قصہ ہوگیا

یاد آتے ہیں وہ شباب کے دن
ہائے کیا وقت کیا زمانہ تھا

زبان و ادب میں لب و لہجہ اور طریق گفتگو کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اکثر و بیشتر یہی دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی جملے کو مختلف لہجے میں ادا کرنے سے مختلف معنی پیدا ہوتے ہیں ایک ہی جملہ کبھی سوال بن جاتا ہے، اور کبھی جواب، لب و لہجہ سے شاعر کے حرکات و سکنات کا علم ہوتا ہے، جذبات کی تیزی و تندی محسوس ہوتی ہے، مزاج کی شوخی و رنگینی اور زندہ دلی معلوم ہوتی ہے، اس سلسلے میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

کیوں بار بار جائیں نہ ہم کوئے یار میں
مجبور کر دیا ہے دل بے قرار نے

کہیں بھی ہمیں لامکاں بھی ہمیں ہیں
کہیں بے نشاں کے نشاں بھی ہمیں ہیں

ہمیں لفظ ہیں اور ہمیں اس کے معنی
زباں بھی ہمیں ہیں بیاں بھی ہمیں ہیں

میں کچھ نہیں، سب کچھ ہوں، قادر ہوں نہ عاجز
حاکم بھی ہوں محکوم بھی اور سب سے جدا ہوں

تیور کی عکاسی

غزل کے اشعار میں شاعر کے تیور کی بڑی اہمیت ہے یہ وہ نازک مرحلہ ہے جہاں پر شعریت پیدا ہوتی ہے، اور شعریت غارت بھی ہوتی ہے، شعر میں تیور کی عکاسی جان ڈالتی ہے اس میں زندگی کی ہر حرکت، حرکت میں معلوم ہوتی ہے اور شعر بولتا نظر آتا ہے حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ وارثیؒ بھی اس شاعرانہ نکتے سے آگاہ تھے، ان کے اشعار میں تیور کا عکس ملاحظہ ہو۔ ایک جوش ہے ایک ولولہ ہے، ایک بانکپن ہے، ایک مردانگی ہے جو اشعار کے پردوں سے چھن رہی ہے۔

یہی اب فیصلہ اے جنگجو ہے
ترا خنجر ہے اور میرا گلو ہے
نہ کیوں کر چوم لوں میں دست نازک اپنے قاتل کے
دکھا کر سب کو سر کاٹا مرا کیسی صفائی سے
تجھے ہے حوروں کا شوق واعظ، ہم ان بتوں پر ہیں جان دیتے
مذاق تیرا وہی رہے گا، یہ وضع اپنی نبھائیں گے ہم

محاکات و تصویریت

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے اشعار کافی موثر ہوتے ہیں ان کے اشعار میں رنگ و نور کی آمیزش سے نگاہوں کے سامنے ایک صاف اور واضح تصویر آجاتی ہے۔ مثلاً

ہم کو کیا خوشرو جہاں میں لاکھ ہوں
ہوگئی جس سے محبت ہوگئی
شہر چھوٹا، خانہ ویرانی ہوئی
عاشقی میں یہ ہمیں حاصل ہوا
نہیں بند ہے باب احسان وارث
ہم ان کا برابر کرم دیکھتے ہیں

تصویر کشی و منظر آفرینی

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کو زبان پر ملکہ حاصل تھا۔ وہ جس طرح نقشے کو

پیش کرنا چاہتے تھے کر دیتے تھے، تصویر کشی، منظر آفرینی شاعری کا کمال ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں جابجا حسین، رنگارنگ اور متحرک تصویریں ملتی ہیں۔ منظر نگاری کی ایک دلکش مثال دیکھئے

سیر کرنے بام پر آیا جو وہ پردہ نشیں
سارا عالم دیکھ کر محو تماشا ہوگیا
سب در و دیوار وحشت ناک آتے ہیں نظر
ہم کو اے مجنوں ہمارا گھر بیاباں ہوگیا
شاد اور بشاش آیا تھا میں بزم یار میں
جب چلا تو چشم نم اور سینہ بریاں لے چلا

پیکر تراشی

سراپا نگاری و پیکر تراشی بھی کسی شاعر کے کمال فن اور اس کے بلند مرتبہ کی دلیل ہے، ان کے کلام میں بھی اس کی مثال موجود ہے، بے جان لفظوں میں معنویت کی روح پھونک کر جاندار بنانا اور ان کی ترکیب سے ایک مجسمہ نگاہوں کے سامنے لا کھڑا کرنا اور وہ بھی ہنستا بولتا ہوا شاعر کی اعجاز رقمی کا زندہ ثبوت ہے۔ پیکر تراشی کی عمدہ مثالیں حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے یہاں کثرت سے موجود ہے، مثلاً کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ملاشب جو خواب میں وہ حسیں، یہ کہا تھا نکلیں گی حسرتیں
پہ جفا یہ باد سحر نے کی، چلی یوں کہ مجھ کو جگا دیا
اکیلا بیٹھا تھا میرا یوسف کہ چھپ کے غیروں سے ہم بھی پہنچے
نصیب جاگے تو آج ہم نے بھی یار کو بے نقاب دیکھا
حسیں جو نظر آیا اس کو دیا دل
ہماری ہمیشہ سے عادت یہی ہے

واقعہ نگاری

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کا پورا کلام واقعات و واردات سے پر ہے، اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب کے حضور میں جو واقعات درپیش آئے انھیں واقعات کو اپنی شاعری کا مقصد بنایا۔ یہ صحیح بھی ہے کہ اچھی واقعہ نگاری سے کلام میں حسن پیدا

کلام میں صنعتوں کا استعمال

ہو جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں چند اشعار

گلی میں اس ترک مہ جبیں کے عجب یہ انقلاب دیکھا
نماز ہندو کو پڑھتے واعظ کو ہم نے پیتے شراب دیکھا
کبھی نہ اپنی یہ کیفیت ہو کہ شکل منصور بول اٹھوں
بنایا متوالا تو نے ساقی شراب وحدت پلا پلا کر
جمال وارث ہے ہم نے دیکھا، لیا ہے بوسہ بھی سنگ در کا
ہمارا کعبہ صنم کا گھر ہے طواف کرتا ہوں جس کا جاکر

نگاہ وارث نے سینکڑوں کو بنایا قطرہ سے پل میں دریا
نظر جو آتے تھے پہلے ذرے انھیں کو پھر آفتاب دیکھا
جس کو دیکھا کشتہ انداز معشوقانہ ہے
جو تری محفل میں ہے اے شمعرو پروانہ ہے
جس کو دیکھا شاہ وارث نے ہوا بے ہوش ومست
آنکھ ہے یا بادۂ وحدت کا یہ پیمانہ ہے

موسیقیت

شاعری اور موسیقی کا رشتہ بہت مربوط ہے۔ ترنم، غنائیت، نغمگی بغیر موسیقی کے گویا بیکار ہے۔ شاعری کے لیے جتنی بحریں ایجاد کی گئی ہیں ان میں زیادہ تر وہی مستعمل ہیں جو مترنم ہیں جن سے نغمگی پھوٹتی ہے جن میں لکھی ہوئی نظموں اور غزلوں کو گایا جا سکتا ہے۔ موسیقیت شعروں کے لیے انتخاب الفاظ اور انتخاب بحر دونوں کی اہمیت ہے بلکہ انتخاب الفاظ زیادہ ہے، بحر اگر مترنم ہو اور الفاظ بھدے، ثقیل اور نامانوس تو اس کی خوش آہنگی فوت کر جائے گی۔ اگر بحر مترنم نہیں ہے اور الفاظ شیریں، رواں، سہل اور فصیح ہیں تو عمدہ شعر ہو سکتا ہے، لیکن موسیقیت واقعی پیدا نہ ہو سکے گی۔ حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں موسیقیت کی بھی کمی نہیں ہے وہ بذات خود محفل سماع کے شیدائی تھے اور نغمہ و موسیقی کے خوگر بھی تھے، لہٰذا شاعری کے اس بہترین حسن معنوی سے بے خبر رہنا ان کے لیے ممکن نہ تھا اس لیے انھوں نے اپنے کلام میں اس کا بہت خیال رکھا ہے اور بیشتر غزلیں ان کی مترنم کیف

آور موسیقیت بداماں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں یہ اشعار

تجھی کو جان جاں دیر و حرم میں جلوہ گر دیکھا
تو ہی ہر جا نظر آیا جہاں دیکھا جدھر دیکھا

شرم کیسی فقط بہانہ تھا
دیکھ کر مجھ کو منھ چھپانا تھا
چلے ہیں گیسو سنوار کر وہ کہیں قیامت بپا کریں گے
کسی ہمارے سے بے خطا کو اسیر زلف دوتا کریں گے

یہی اب فیصلہ اے جنگجو ہے
ترا خنجر ہے اور میرا گلو ہے

قصیدہ اور مثنوی نگاری

ان ساری باتوں کے علاوہ اوگھٹ شاہ صاحب نے قصیدہ نگاری اور مثنوی نگاری بھی کی ہے، ان کے قصیدے اور مرثیے بھی بہت دلچسپ ہیں اور حسین بھی، انھوں نے رباعیاں بھی خوب کہی ہیں اس کے علاوہ ان کی موضوعاتی نظمیں بھی کم اہمیت نہیں رکھتیں، اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے یہاں ہمیں اردو شاعری کا روایتی عشق ملتا ہے اور وہ بھی اپنے پورے شباب کے ساتھ، ان کی شاعری میں عاشق، معشوق اور رقیب کی فرضی حیثیت بھی ملتی ہے، لیکن یہ عشق زمین سے اوپر اٹھتا ہوا نظر آتا ہے، آہستہ آہستہ ایک حقیقت کھلتی ہوئی نظر آتی ہے اور آخر میں بالکل حقیقت بن جاتا ہے۔ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے زیادہ تر اپنے استاد ابراہیم بیگ شیدا وارثیؒ کے رنگ کو ابھارنے اور نکھارنے کی کوشش کی ہے مگر زمانے کی ہوا نے انھیں تھوڑا بہت متاثر ضرور کیا اور عوام کی پسند کا خیال کرتے ہوئے روایتی اشعار کہنے لگے، میں یہاں ان کے ان اشعار کو پیش کر رہا ہوں۔

بوسہ رخ کا جو میں سائل ہوا
ہنس کے بولے تو بھی اس قابل ہوا

شہر چھوٹا خانہ ویرانی ہوئی
عاشقی میں یہ ہمیں حاصل ہوا

چین اک دن بھی نہ پایا تھا فراق یار میں
وحشت دل کم ہوئی تھی کچھ کہ سودا ہوگیا

ابرو نے، چشم ناز نے، مژگان یار نے
گھائل کیا مجھے انھیں دو تین چار نے

پندو اخلاق و ناصحانہ انداز

اس قسم کے اشعار میں نکتہ رس، لطف زبان، پندو اخلاق اور بڑا پیارا ناصحانہ انداز ملتا ہے، لیکن ان کے کلام میں ہم صرف ان کی عاشقانہ، صوفیانہ اور درویشانہ طرز و فکر ہی نہیں پاتے بلکہ لکھنوی شاعری کا روایتی انداز بھی دیکھتے ہیں جس سے اردو شاعری بو جھل ہو چکی ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کا عشق فرضی نہیں واقعاتی ہے اور اس واقعاتی عشق حقیقی کی کار فرمائیاں ہر جگہ اپنا رنگ دکھاتی ہیں، حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ بھی انسان کو مظہر ذات خدا سمجھتے ہیں۔

میں پرتو انوار خدا سر نہاں ہوں
عالم میں نشاں جس کا نہیں اس کا نشاں ہوں
چلاتا ہوں بت خانہ میں گہ صورت ناقوس
ہوں شکل موذن کبھی آواز اذاں ہوں
کیا اپنی حقیقت کہوں میں کون ہوں کیا ہوں
ظاہر میں تو بندہ ہوں باطن میں خدا ہوں

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ جلوۂ حسن ازلی کے عاشق اور بادۂ معرفت الٰہی سے سرشار ہیں ان کے اشعار میں حدیث لب، رخسار اور فسانہ زلف و عارض سے جلوہ ہائے نور حقیقی کی کرنیں چھنتی ہیں۔

چلے ہیں کیسو سنوار کر وہ کہیں قیامت بپا کریں گے
کسی ہمارے سے بے خطا کو اسیر زلف دوتا کریں گے

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ ماہ پاروں میں تابانی حقیقی دیکھتے ہیں اور اپنے دل میں بسانے کی دعا کرتے ہیں۔

اقرار روز کرتے ہو غیروں سے وصل کا
سمجھے ہو ایک میرے لیے جان جاں نہیں

دیکھ کر بانکی ادا اک بانی بیداد کی
دل میں درد ایسا ہوا بے ساختہ فریاد کی

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے ان اشعار میں ایک صوفی منش آدمی کی شخصیت ہی جلوہ گر نہیں بلکہ لب و لہجہ کا خلوص اور زبان و بیان کی صفائی بھی موجود ہے، ان کے یہاں اپنے دور کی ناقدر دانیٔ ہنر کا شکوہ بھی موجود ہے اور خلوص و محبت والے آدمیوں کے بزم ہستی سے اٹھ جانے کا گلہ بھی۔ ان سب سے بھی ان کی رفتار طبیعت کا پتہ چلتا ہے۔

ذکر اپنا آج کل سنتے ہیں اوگھٹ ہر کہیں
اپنی بربادی کا بھی مشہور قصہ ہوگیا

کس کا لے گا امتحاں کھلتا نہیں
باندھ کر نکلا ہے وہ تلوار آج

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ محبت کے قائل ہیں اور اس کا پیغام دیتے ہیں، محبت ہی تصوف کی جان ہے، محبت ہی سے سادگی اور انکساری پیدا ہوتی ہے، محبت میں بگڑنا دراصل بننا ہے۔

عشق بازی میں یہ آزادی ملی
دین و دنیا سے فراغت ہوگئی

تصور شیخ

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے اپنے محبوب و معشوق کی نشان دہی ایک بھولی سی صورت سے کی ہے یہ بھولی سی صورت ہمارے ذہن کو تصور شیخ سے تصور خدا تک لے جاتی ہے، بہر کیف وہ فرماتے ہیں۔

نماز اپنی ہے بس تیرا تصور
تمھارے واسطے رونا وضو ہے

رہی حسرت نہ سیر لامکاں کی
شہ وارث کا جب کاشانہ دیکھا

جہاں میں جہاں جس کو ہم دیکھتے ہیں
تمھیں کو تمھاری قسم دیکھتے ہیں

اس یاد سے بڑھتے بڑھتے فنافی الذات کی منزل آجاتی ہے جو فنافی اللہ ہے اور یہیں پہنچ کر اللہ اور غیر اللہ کا فرق مٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اوگھٹ شاہ کہتے ہیں۔

فنا و بقا کا بیاں کیا ہو اوگھٹ
نہیں بھی ہمیں اور ہاں بھی ہمیں ہیں

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ اگر زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے تو اپنی شاعری کے اس بیش قیمت سرمایہ کی بدولت جو ان کی شخصیت و کردار کی عکاسی کرتا ہے اور ان کے اعلیٰ پاکیزہ خیالات کی ترجمانی کرتا ہے اور یہ ترجمانی حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے جس سادگی و صفائی کے ساتھ پیش کی ہے وہ اردو شاعری فراموش نہیں کر سکتی۔ یہی زبان کی خوبی اور اردو غزل کا طرۂ امتیاز ہے اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے اپنے استاد محترم جناب ابراہیم بیگ شیداؔ وارثیؒ کی شاگردی رسما نہیں اختیار کی، انھوں نے اپنے استاد محترم کی ان خوبیوں اور محاسن کو دیکھا اور ان سے کماحقہٗ حاصل کیا انھوں نے خود اعتراف کیا ہے۔

سنا ہے غیروں کے آگے محفل میں خود کہا میرے بے وفا نے
ہمارا اوگھٹ خفا ہے ہم سے اب آج اس کو منائیں گے ہم

شہ وارث کا جلوہ دیکھ کر ہم
کہیں اوگھٹ نہ کیوں کرتو ہی تو ہے
جس نے دیکھا چشم حق بیں سے تمھیں
وہ تمھارا دل سے بندہ کیوں نہ ہو
غم و رنج و الم کا سامنا اوگھٹ نہ کیوں کر ہو
کہ راہ عشق میں یہ مرحلے ہیں پہلی منزل کے

اوگھٹ غرور کیوں نہ بتوں کو ہو اس قدر
ان کو حسیں بنایا ہے پروردگار نے

تعلّی شاعرانہ

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ ایک باشعور فنکار تھے انھیں اپنے شاعرانہ مرتبے کا احساس اور علم تھا، وہ اکثر و بیشتر لفظوں میں اس کا اعتراف کرتے ہیں اور انھیں تعلّی شاعرانہ زیب بھی دیتی ہے، ان کو اپنے طبع سلیم پر کامل اعتماد تھا۔ کہتے ہیں۔

آج کچھ حضرت اوگھٹ کا ہے بدلا ہوا رنگ
عاشقانہ پڑھے اشعار خدا خیر کرے

حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ اپنے اشعار میں جذبہ خلوص کے قائل ہیں جو بات دل سے نکلے گی اثر کرے گی، یہی تاثیر اور خوبی اشعار میں ہونی چاہیے، کہتے ہیں۔

لڑی ہے کسی گل سے کیا آنکھ اوگھٹ
تمھیں مضطر و چشم نم دیکھتے ہیں
یہ آنکھیں پھوٹ جائیں گر کسی کو اک نظر دیکھیں
تمھیں دیکھا کریں گی اور تمھیں کو عمر بھر دیکھا

انھوں نے محض تفریح اور دل بستگی کے لیے ہی شاعری نہیں کی ہے بلکہ زندگی میں جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا ہے اس کو شعر کے قالب میں ڈھالا، سادگی میں تاثیر پیدا کی اور عشق صادق کی کیفیتوں کو مزا لے لے کر بیان کیا ہے، ملاحظہ ہوں یہ چند اشعار۔

لیا ہے جس دن سے نام الفت، کہیں نہ دم بھر بھی چین پایا
کہ ہم نے اوگھٹ دل حزیں کو ہمیشہ پر اضطراب دیکھا
نہ پوچھو اللہ دین و ایماں، ہوا ہوں بندہ میں ایک بت کا
ہمیشہ اوگھٹ کروں گا سجدہ، اسی کو اپنا خدا بنا کر

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کو فن شاعری میں پوری دستگاہ حاصل تھی، وہ سب کچھ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے کلام میں موجود ہے۔

دیکھتے ہیں، دیکھنے والے تمھیں
کوئی صورت کوئی نقشا کیوں نہ ہو

☆☆☆

(۱۰)

شاعرانہ کلام کا ہمعصر اور پیش رو شعراء سے موازنہ

اب میں حضرت بدرالدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کا تقابلی مطالعہ پیش کرتا ہوں جس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا رنگ تغزل دوسرے شعرائے کرام سے کس درجہ اور کہاں تک ملتا ہے۔

خواجہ میر دردؔ:۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پاسکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اوگھٹ شاہ وارثیؒ:۔

جس کی گنجائش نہ ہو کونین میں
اس کے رہنے کا مکاں یہ دل ہوا

بیدم شاہ وارثیؒ:۔

دل میں جو تم نہیں تو کس کام کا یہ دل
تم دل میں ہو تو دولت کونین گھر میں ہے

رضا شاہ وارثیؒ:۔

کسی کو وہ اپنا بنائے ہوئے ہیں
کسی دل میں جا کر سمائے ہوئے ہیں

افقر موہانی وارثیؒ:۔

ہمارے وسعت دل کی حقیقت پوچھنے والے
نظر آتے ہیں وہ ذرے، زمین و آسماں ہم کو

خواجہ میر دردؔ:۔

ہوگیا مہماں سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

اوگھٹ شاہ وارثیؒ:۔

کیوں تصور ان بتوں کا دل میں رہتا ہے سدا
یاالٰہی دل ہے میرا یا کوئی بت خانہ ہے

خواجہ میر دردؔ:۔

نہ سمجھا دردؔ ہم نے بھید، یاں کی شادی و غم کا
سحر خنداں ہے کیوں روتی ہے کس کو یاد کر شبنم

اوگھٹ شاہ وارثیؒ:۔

یہ باغ عالم میں رنگ دیکھا، کوئی ہے غمگیں کوئی ہے خنداں
کہیں ہے شور فغان قمری، کہیں پہ بلبل چہک رہی ہے

اصغر گونڈوی:۔

سو بار ترا دامن ہاتھوں میں مرے آیا
جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں ہے

اوگھٹ شاہ وارثیؒ:۔

ملا شب جو خواب میں وہ حسیں، یہ کہا تھا نکلیں گی حسرتیں
پہ جفا یہ باد سحر نے کی، چلی یوں کہ مجھ کو جگا دیا

رضا شاہ وارثیؒ:۔

عشق سے اظہار ہے شوخی تری
حسن والوں میں ترا انداز ہے

افقر موہانی وارثیؒ:۔

تجلی حسن جاناں کی نہیں موقوف ایمن پہ
جہاں محسوس کرتا ہوں وہیں معلوم ہوتی ہے

اوگھٹ شاہ وارثیؒ:۔

خدا شاہد ہے سچ کہتا ہوں زاہد
بتوں میں جلوۂ جانانہ دیکھا

مرزا سلامت علی دبیر:۔

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں ہے جلوہ تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

میر ببر علی انیس:۔

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں
یا معدن کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

خواجہ حیدر علی آتش:۔

یقیں ہے اٹکے گی جاں اپنی آ کے گردن میں
سنا ہے جا ہے قرب رگ گلو تیری

اکبر داناپوری:۔

بری ہے فکر بشر سے صفات و ذات اس کی
جو آئے فہم میں اپنے تو وہ خدا کیا ہے

سید شاہ محمد اکبر:۔

چمکے نور کے پردے جو اٹھا رخ سے نقاب
روئے روشن رہا ہر رنگ میں پنہاں تیرا

امیر مینائی:۔

اے امیر اوّل تو وہ ناآشنا ملتا نہیں
ملا کیا جس کو کہیں اس کا پتا ملتا نہیں

اوگھٹ شاہ وارثی:۔

کہیں بھی ہمیں لامکاں بھی ہمیں ہیں
کہیں بے نشاں کے نشاں بھی ہمیں ہیں

خواجہ میر درد:۔

حجاب رخ یار بھی آپ ہم ہیں
کھلی آنکھ جب کوئی پردہ نہ دیکھا

بیدم شاہ وارثی:۔

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد بیدم
قطرہ دریا ہے جو دریا میں فنا ہوتا ہے

اوگھٹ شاہ وارثی:۔

کھل گئی اپنی حقیقت جس کو وہ
جز سے کل قطرہ سے دریا کیوں نہ ہو

بیدم شاہ وارثی

ایسی آنکھوں کے تصدق میری آنکھیں بیدم
کہ جنہیں آتا ہے بیمار کو اچھا کرنا

افقر موہانی وارثی:۔

کیا مخمور کچھ ایسا نگاہ مست ساقی نے
کہ تا محشر خیال آیا نہ افقر دین و ایماں کا

اوگھٹ شاہ وارثی:۔

یہ تیری آنکھ ہے یا بادۂ وحدت کا ساغر ہے
ہوا بے ہوش و بے خود جس کو تو نے اک نظر دیکھا

گویا حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ وارثی کے ہر ایک عمل کا خواہ تحریر ہو یا تقریر، نظم ہو یا نثر ایک ہی مقصد تھا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر و اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ کی تشریح، خواہ وہ فنائی المرشد، فنائی الرسول یا فنی فی اللہ کے ذریعہ ہو۔ حضرت اوگھٹ شاہ وارثی نے ہر طریقہ سے اپنے شاہد حقیقی اور محبوب حقیقی کے گوناگوں جلووں کی نقاب کشائی فرمائی اور اپنے مرشد کی طرح کامیابی حاصل کی اور شہرت بھی۔ اس سلسلے میں نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کے علاوہ تصوف کا ہر سلسلہ وحدت الوجود کا قائل ہے، نقشبندیہ سلسلہ

وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشہود کا حامی ہے۔ لیکن اسے بھی وحدت الوجود کی منزل سے گزرنا ہی پڑتا ہے، چنانچہ اس سلسلہ کے زبردست مبلغ خواجہ میر دردؔ نے یہ نتیجہ نکالا

خاموش ہو مت جتا کسی کو
آتا ہے نظر خدا کسی کو

جو عیب ہے لیکن وہ ہنر ہے۔ غالبؔ نے بھی تو کہا تھا۔

اصل شہود شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

جیسا کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے پیر و مرشد جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب نے فرمایا تھا "دوست ہو یا دشمن فاعل ایک ہی ہے" لہٰذا اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ نے اور آپ کے سلسلے نے صحیح معنوں میں صلح کل کا پیغام دیا۔ قومی یک جہتی اور انسانی مساوات کا درس دیا۔ مولویوں نے عبدہٗ و رسولہٗ کی وارثیہ سلسلہ کی تشریحات اور ان کے وسیع المشرب خیالات پر کفر کے فتوے صادر فرمائے۔ لیکن حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے اپنی نظم و نثر دونوں میں ان کا مدلل جواب دیا اور ٹھنڈے دل و دماغ سے اس سلسلہ پر غور و فکر کی دعوت دی۔ آپ کے اس مصرعہ پر

ظاہر میں تو بندہ ہوں باطن میں خدا ہوں

ایسے لوگوں کا اعتراض بھی ہے لیکن آپ کا جواب بھی تو یہی ہے کہ حاکم بھی ہوں محکوم بھی ہوں، حسن بتاں بھی ہوں، بے صبرے عاشق بھی، شعلہ نار سر ربار بھی اور باقی جور بھی، اہل وفا بھی، شکل معشوق بھی اور عاشق رنجور بھی، قاضی شرع بھی، دار بھی منصور بھی، شادی وصل بھی، ہجر میں باعث درد دل رنجور بھی، بزم شریعت کا صدر نشیں بھی اور دیر و برہمن میں محو بتاں بھی، بت خانہ میں صورت ناقوس بھی اور شکل موذن میں آواز اذاں بھی، واعظ کا پیرو بھی، زاہد کا مقلد بھی، رند بھی معتقد پیر مغاں بھی، جلاد بھی، مظلوم بھی، غرض

تھا حق فی انفسکم جس پہ ہویدا
اوگھٹ وہ سمجھتا ہے کہ میں کون ہوں کیا ہوں

(۱۱)

اوگھٹ شاہ وارثی کی ہندی شاعری اور اسلوب

حضرت بدر الدین حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ کے ہندی کلام خاص طور پر "وارث حسن پرکاش" کے دوہوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کو ہندی بھاشا اور ساہتیہ (زبان اور ادب) کا مطالعہ بھی کچھ کم نہ تھا، جبھی تو ہندی بھاشا اور ساہتیہ کے اہم نکات کو بھی انھوں نے ہندی شاعری میں بڑے کامیاب طریقے سے پیش کیا ہے اور اس آسانی سے اس کا بیان کیا ہے کہ ایک بھاشا اور ساہتیہ کا اچھا جانکاری اس طرح سے بیان کر سکتا ہے، میں حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے ہندی کلام میں استعمال شدہ کچھ ایسے اہم نکات کو پیش کر رہا ہوں۔ مثلاً

(۱) جوگ

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثیؒ صوفیوں اور فقیروں کے رسم و رواج کو تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کا یوگ، ویدک یوگ سے الگ نہیں ہے بلکہ وہ اپنے قلبی ارادہ پر خود کو سپرد کر کے خدائے تعالیٰ کے روبرو ہونا ممکن سمجھتے ہیں اور اس بنیاد پر ان کے لیے یوگ ہی ایک آسان اور صحیح راستہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ انھوں نے اپنے اس دوہے میں فرمایا ہے۔

اوگھٹ گھٹ میں پران ہے اور پران بیچ ایک چور
جو پکڑے اس چور کو وہ جوگی برجور
اوگھٹ جوگی جوگ کرے رام ملن کی آس
پریم دھیان وہ جوگ ہے جو کرے دھرم کی ناس

(۲) بھوگ

دوسرا اہم نکتہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ کے نزدیک "بھوگ" ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثیؒ نے عام دھرا ص سے اوپر اٹھ کر لوگ اطمینان و سکون کی طرف اپنی خاص نظروں

سے دیکھا ہے اور اپنے انمول موتی جیسے دوہوں کے ذریعہ ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ وقت اور دریا نہیں ہے۔ وقت اور زمانے کی رفتار سے سب کسی پر فتح یاب ہوتا جا رہا ہے اس لیے اوگھٹ شاہ صاحب وارثی انسان کو آگاہ کرتے ہیں کہ تمھاری لوگک ابھیلاشا (دنیاوی خواہشات) حاصل کرنے میں کامیاب ثابت نہ ہوگی، بھوگ کی تمنا اور خواہش آخری منزل مقصود تک نہیں لے جا سکتی اور خود بھی کہا ہے۔

سوتے ساری رین گئی بھور بھئے اب چیت
اوگھٹ چڑیا کال کی چگے گی تیرا کھیت

(۳) لوبھ

صوفی شاعر حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی نے لوبھ اور بھوگ دونوں کو ایک دوسرے سے جڑا ہوا تسلیم کیا ہے۔ حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کا لوبھ اور بھوگ فطرت سے الگ ہے اس سے فکر تکلیف اور مصیبتوں کا آغاز ہوتا ہے، لوکک لوبھ اور بھوگ، اطمینان اور سادگی کا لطف اٹھاتا ہے اگر ایک جوانی کی ہلچل ہے تو دوسرا طفلی کی سادگی اور سرلتا۔ اگر ایک کڑوی دوا کا تیکھا پن ہے تو دوسرا اسد حائی سرستا اور پھولوں کی خوشبو۔
جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

جوگی بھوگ وہ کرے جو بن مانگے مل جائے
اوگھٹ دنیا یوں تجے کہ من میں لوبھ نہ آئے

(۴) سنجوگ

حضرت اوگھٹ شاہ وارثی نے وقت کی قدر و قیمت کو اچھی طرح سمجھا ہے، آنے والے لمحے خواہشات کو پورا کرنے میں کامیاب ہیں۔ اس کا صحیح استعمال معشوق کو حاصل کرنے میں مددگار ہو سکتا ہے مگر یہ سب کچھ سنجوگ پر انحصار کرتا ہے، اس لیے مسلسل جدوجہد اور کوشش کی ضرورت ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کا یقین بھی ہے کہ کنبے کی محبت اور من کا کھوٹ نکال دینے سے ہی سنجوگ کو حاصل کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ وہ اس دوہے میں فرماتے ہیں

اوگھٹ جوگی وہ بنے باندھے وہی لنگوٹ
تجے کٹم کی ماتا اور دھووے من کی کھوٹ
پیتم ترے سنگ ہے اپنا راج سہاگ
تم نیں تو کچھ نہیں تم ملو تو جاگے بھاگ

(۵) نرگن

اندرونی قلب کی صفائی کی بنیاد پر حضرت اوگھٹ شاہ وارثی گرو اور برہم دونوں کو یکساں تسلیم کرتے ہیں گرو ہی برہم ہے اور برہم ہی گرو، دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔ سنت کبیر الوکک سندرج (غیر مرئی حسن) پر فدا ہیں۔ صوفی شاعر اوگھٹ شاہ وارثی کبیر داس سے بھی ایک قدم آگے نظر آتے ہیں، جاپ، جوگ، تپ، تیر تھ سے انسان نرگن برہم کو حاصل نہیں کر سکتا وہ تو گرو برہم کی مہربانی سے پل بھر میں وکاروں (برائیوں) سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور پاک ہو سکتا ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کا کہنا ہے۔

جاپ جوگ تپ تیر تھ سے نرگن ہوا نہ کوئے
اوگھٹ گرو دیا کریں تو پل میں نرگن ہوئے

جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں کہ حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی کا کلام خواہ وہ غزلیں ہوں یا نظمیں یا ہندی دوہے ان سب میں قومی یک جہتی national integration کا درس موجود ہے، اور ان میں پریم مارگ کی اہم سے اہم اور باریک سے باریک باتوں کا ذکر ملتا ہے۔ خاص طور پر اپنے ہندی دوہوں کی بدولت وہ مقام حاصل کر سکے ہیں جو ہندی ادب میں کبیر داس، ملک محمد جائسی، رحیم خان خاناں، اور رس کھان وغیرہ نے حاصل کیا ہے اور اس وجہ سے حضرت اوگھٹ شاہ وارثی ان شعرائے کرام کی صف میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

(۱۲)

ہندی دوہوں کا دیگر شعرائے متقدمین سے موازنہ

اب میں حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کے ہندی دوہوں کا موازنہ کبیر داس، ملک محمد جائسی، رحیم خان خاناں اور رس کھان کے دوہوں سے کرتا ہوں، جن لوگوں کے یہاں پریم مارگ کی باتیں ملتی ہیں اور انھوں نے قومی یک جہتی کا سبق بھی دیا ہے، اوگھٹ شاہ صاحب کے ان ہندی دوہوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی دوہے کے فن میں ان ہندی شعرائے کرام سے کچھ کم نہیں بلکہ کسی کسی معاملے میں ان شعرائے کرام سے آگے بھی بڑھ گئے ہیں اور انھوں نے بھی ہندی شعراء کرام کی طرح قومی

یک جہتی کا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے اور پریم مارگ کی اہم باتوں سے آگاہ کیا ہے۔

کبیر داس

ست گرو کے صدقے کروں دل اپنی کا ساچھ
کل یوگ ہم سوں لڑی پڑیا منھ کم میرا باچھ

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

ہاتھ نہ آتا پنچھی اوگھٹ سدا لکیر
صدقے اپنے پیر کے جس نے کیا فقیر

کبیر داس

گرو گوبند تو ایک ہیں دوبدھا یہ ہوں آکار
آپا میٹ جیون مرے تو پاوے کرتار

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

گرو گوبند کو ایک بچارو دو بدھا دکھ نکال
گرو کو اوگھٹ اور نہ جانو گرو ہیں دین دیال

کبیر داس

اک بھرے بھری مریا من میں نہیں دھیر
کہے کبیر کیوں ملے جب لگی دوئی سدیر

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

آسن مارہ دوبدھا چھاڑو اپنی سدھ بسراؤ
ملیں گے کایا کوٹ میں پربھو اوگھٹ کہیں نہ جاؤ

کبیر داس

کہت سنت جگ جات ہے وے نہ سوجھیں کال
کبیر پیالے پریم کے بھری بھری پیوے رسال

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

اوگھٹ جنم میں ایک ہی تی ہوت ہے مار
پریم اگن میں جلے پریمی دن میں سو سو بار

ملک محمد جائسی

محمد چنگی پریم کے سنی ہی گگن ڈرائے
دھنی برہی اور دھنی جیا جیہ آئے اگنی سمائے

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

دکھیا رہے پریم کا جھلکی نینن نیر بہائے
بھولے بھی سکھ پاس نہ آوے من کی پیر کلپائے

رحیم خاں خاناں

گہی سرناگت رام کی بھوساگر کی ناؤ
رحیمن جگت ادھار کر اور نہ کچھ اپاؤ

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

اگم سمندر پاپ کا بوجھا ناؤ پھنسی منجدھار
اوگھٹ گرو کا دھیان رہے کریں گے بیڑا پار

رحیم خان خاناں

رحیمن مارگ پریم کو بن بوجھے نہی جاؤ
جو ڈگیں تو پھر کہوں نہی دھرنے کو پاؤ

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

اوگھٹ رہو پریم کے بھگتی جب تک گھٹ میں پران
پوجا کرو کرشن کی اور جمنا میں اشنان

رس کھان

توری متی ماتی ہوں گوری موہنی مان
پریم دیو کی جیسی لکھی بھئے میاں رس کھان

اوگھٹ شاہ وارثیؒ

لکھ تاپے دھرم بڑھے تپشی کہاوے سنت
پریم اگن اوگھٹ کرے دھن دھرم بھسمنت

رس کھان

جو تھی ہو جانے کچھ نہیں جانو جات بسیس
سوئی پریم ہے ہی جان کے رہی نہ جات کہو سیس

Scanned with CamScanner

اوگھٹ شاہ وارثی

دیکھے پنڈت سادھو جوگی سنت سادھ ملنگ
پریم کا بھگتی ایک نہ پایا اوگھٹ چار الگ

اسی طرح یہ دیکھا جاتا ہے، کہ حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی نے اپنے دوہوں میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ کسی نہ کسی عنوان سے ان ہندی شعراء کے دوہوں میں بھی موجود ہیں، مندرجہ بالا دوہوں کے موازنہ سے اس بات کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے کہ حضرت اوگھٹ شاہ وارثی نے بھی ان مسئلوں پر اپنا قلم اٹھایا ہے جن پر کبیر داس، ملک محمد جائسی، رحیم خان خاناں اور رس کھان جیسے مشہور ہندی شعراء نے اپنے دوہوں میں اپنا انداز اور زور قلم دکھایا ہے غرض حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ وارثی نے شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے، مگر ان کے کلام کا زیادہ تر حصہ غزلیات پر مبنی ہے، ویسے ان کے ہندی دوہے ان کی غزلوں سے کم اہمیت نہیں رکھتے، پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے غزلیات کی روایات کو آگے بڑھایا ہے۔ ہر جگہ انکی یہی کوشش رہی ہے کہ تغزل اور شعریت ہاتھ سے نہ جانے پائے، ان کے دونوں دیوان "فیضان وارثی" اور "وارث گن پرکاش" میں جتنی غزلیں ہیں ان میں اشعار کی اوسط تعداد سترہ ہے، کسی زمین میں پانچ پانچ غزلیں ہیں ان کی غزلوں میں ان کی زود گوئی کا بھی اثر موجود ہے۔ مگر ان غزلوں کے منتخب اشعار میں جو احساس اور جذبات اور افکار و تخیلات حاصل ہیں وہ اپنی علیحدہ شان رکھتے ہیں، اوگھٹ شاہ صاحب وارثی اپنے انھیں شعری کارناموں کی روشنی میں اردو کی دوسری صف کے شعرائے کرام میں ایک نمایاں مقام پر نظر آتے ہیں اور وہ اپنے ہندی کلام، خاص طور پر ہندی دوہوں، کی بدولت ہندی ادب کے شعراء کے درمیان ایک ممتاز مقام پر نظر آتے ہیں۔

اردو شعر وادب اور ساتھ ہی ہندی ادب میں حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے بیش قیمت اضافے ہر دور میں قدر و تحسین کی نگاہوں سے دیکھے جاتے رہیں گے۔

آمین ثم آمین

☆☆☆

(۱۳)

محاکمہ

گذشتہ ابواب میں پیش کردہ اس تحقیقی مطالعہ سے ظاہر ہے کہ تصوف و طریقت سلسلہ عالیہ وارثیہ میں قادر الکلام شعراء کی ایک طویل فہرست آسمان ادب اردو پر کہکشاں کی صورت چمک رہی ہے، ان قابل ذکر سخنوران باشعور کو وارثی چشمہ فیوض و برکات روحانی سے جو خاص فیضان سخن نصیب ہوا ہے، وہ اظہار بیان کی نمایاں سلاست و فصاحت، برجستگی و روانی اور شیرینئ سخن کے ساتھ ساتھ سہل ممتنع کی بے مثال فراوانی ہے، بے نظیر شاہ وارثی ہوں یا بیدم شاہ وارثی یا حسن وارثی، جس شاعر کا کلام آپ ملاحظہ فرمائیں سہل ممتنع کی یہ صفت سب میں اجاگر نظر آئے گی۔ مثلاً

جفا پر وہ نازاں پشیمان ہم
اک انسان وہ ہیں اک انسان ہم

بے نظیر شاہ وارثی

ازل میں ہر انجام لکھا گیا
شب غم کی لیکن سحر رہ گئی

بیدم شاہ وارثی

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بھینی بھینی خوشبو نکلی ہیدم دل کی دنیا مہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بدر الدین اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کے یہاں بھی سہل ممتنع کا وصف شاعرانہ فکر و تخیل اور تازہ کار مضمون آفرینی کے باوجود ایک غالب عنصر ہے۔ ہر چند کہ اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ہندی الفاظ کے بھی رسیا ہیں اور انھوں نے اردو اشعار کے علاوہ خالص کھڑی بولی میں جو دوہے رقم کیے ہیں وہ روانی، برجستگی اور سہل ممتنع کی عمدہ مثالیں ہیں، انھوں نے اپنی اردو شاعری کو مغلق فارسی و عربی الفاظ کے غلبہ سے پاک رکھا ہے۔ اردو کو خاص ہندوستانی زبان سمجھتے ہوئے اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے ہندوستانی تہذیب اور ہندوستانی معاشرہ نیز ہندوستانی عوام اور ان کے مزاج کا اپنی شاعری میں خاص لحاظ رکھا ہے۔ ان کی شاعری سے ارض وطن کی سوندھی خوشبو، قومی درد اور انسانی جذبات کی گرمی کا احساس ہوتا ہے، ایسی ہی شاعری انسانیت اور امن و آشتی کی ضامن ہے۔

حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کی زندگی فقیرانہ و درویشانہ تھی، ترک دنیا، عزلت گزینی اور سیر و فی الارض کی تعمیل نے انھیں مجلسی زندگی اور عشرتی ماحول سے قطعی الگ رکھا کیوں کہ یہ ان کا مطمع نظر ہی نہ تھا۔ لہٰذا قلزم شعر و سخن کے جو ذرہائے شاہوار ان کے قلم سے صفحات قرطاس پر آسکے وہ محض وجدان و آگہی کے طفیل اٹھنے والی من کی موج اور روحانی کیفیات کی لہروں کی دین ہیں۔ دنیا سے بے تعلقی، نام و نمود سے بے پروائی، شہرت سے گریز اور قلندرانہ روش سے وابستگی نے تحفظ کلام کی طرف سے بے توجہ رکھا۔ وہ تو کچھ متوسلین و معتقدین وقتاً فوقتاً درسیات روحانی سن سن کر جمع کرتے گئے اور کچھ بخط شاعر بیاض منتشر ہی محفوظ رہ گئیں جنھیں کتابی صورت میں ان کی حیات میں ہی شائع کر دیا گیا۔ ان کے چھپنے کی حضرت کو نہ کوئی خوشی تھی نہ غم۔

بہر حال جو کچھ بھی کلام دستیاب ہو سکا ان کا تحقیقی، تجزیاتی اور تنقیدی مطالعے سے واضح و مبرہن ہے کہ یہ صوفیانہ رشحات منظوم قدر اول کی چیزیں ہیں جن میں اگر خیالات کی رفعت، تصورات کی پاکیزگی اور جذبات کی گرمی و گداز ہے تو تصوف کے اسرار و رموز بھی ہیں اور طریقت کے ناز و نیاز بھی۔ جہاں تک فن شاعری اور شاعرانہ اظہار و ابلاغ کا سوال ہے، حضرت اوگھٹ شاہ وارثی اس پر پوری قدرت اور کامل عبور کے حامل نظر آتے ہیں ورنہ سہل ممتنع کا جوہر آبدار ان کی شاعری کا پردہ حریری نہ بنتا۔ اب چونکہ یہ گمنام و بے تشہیر شاعر اسٹیج،

پریس اور پروپیگنڈے کی تکراری دنیا سے دور رہے اور اچانک کسی شاعر کو صف اول کا شاعر کہہ کر دنیائے ادب میں روشناس کرانا دنیائے ادب میں شہرت پسند طبقے کے ابروؤں پر بل لانے کے مترادف ہے، لہٰذا میں نے اپنے معروضات کو مدلل اور معیار تنقید کی روشنی میں پیش کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔ تاریخ شعر و ادب کے ادا شناس جانتے ہیں کہ عمر خیام کو اس کی موت کے سات سو سال بعد بحیثیت رباعی گو پیش کیا گیا اور (Edward Fitz Gerald) نے انگریزی زبان میں ان رباعیوں کے ترجمے سے شہرت کی ہوا دی۔

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کو دنیائے شعر و ادب میں پوری طرح روشناس ہونے کے بعد ان کے محاسن شعری پر اہل نظر توجہ نہ دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ رفتہ رفتہ کما حقہٗ شناخت کے بعد کان سخن کا یہ انمول ہیرا قدر و منزلت کے اس ارفع مقام پر نظر آئے گا جو ایوان شاعری میں حیات جاوید والوں کے لیے مختص ہے

آخر میں مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ میں علم و تحقیق کے میدان میں ایک ناتجربہ کار، کم استعداد، بلکہ نووارد طالب علم ہوں، اس کے باوجود دل میں عزم کی شمع روشن ہے، میں انسان ہوں اور انسان مرکب من الخطاء والنسیان ہے۔ اس مقالے کی ترتیب میں مجھ ہیچمیرز سے بھی بے اندازہ سہو اور غلطیاں ہوئی ہوں گی، لہٰذا بڑے ادب کے ساتھ میں ناظرین با تمکین سے چشم عطا و عفو خطا کا امیدوار ہوں۔

کہ مستحق کرامت گناہگار انند

☆☆☆

(۱۴)

کتابیات

الف۔ فہرست کتب

	کتاب	مصنف	سال	مطبع
۱۔	اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کرام کا کام۔	مولوی عبدالحق	۱۹۸۲ء	جمال پرنٹنگ پریس دہلی
۲۔	ہندوپاک کے اولیاء	شوکت علی فہمی	۱۹۵۳ء	دین واشاعت کمپنی جامع مسجد دہلی
۳۔	پنجاب میں اردو	پروفیسر محمود شیرانی		اترپردیش اردو اکادمی لکھنؤ
۴۔	بہار میں اردو شاعری	پروفیسر معین الدین دردائی		
۵۔	تذکرۃ الکرام	از سید شاہ محمد کبیر ابوالعلائی داناپوری	۱۹۲۳ء	مطبع نولکشور لکھنؤ
۶۔	اعیان وطن	حکیم سید شاہ شعیب پھلواروی	۱۹۵۳ء	آزاد پریس سبزی باغ پٹنہ
۷۔	حیات وارث	مرزا ابراہیم بیگ شیدا وارثی	۱۹۵۳ء	جوبلی پریس فریر روڈ کراچی
۸۔	مشکوۃ حقانیہ	فضل حسین وارثی اناوی	۱۳۳۶ھ	اخلاقی پریس رمند روڈ پٹنہ
۹۔	انیسویں صدی کے ایک صوفی	سید افتخار حسین، بارایٹ لاء	۱۹۸۰ء	تاج پریس ڈھال ٹولہ گیا
۱۰۔	حق الیقین	غالب شاہ وارثی رام پوری		دلی پرنٹنگ پریس۔ چاوڑی بازار، دہلی۔
۱۱۔	عین الیقین	عبداللہ شاہ وارثی	۱۸۹۳ء	مطبع یمنی الہ آباد۔
۱۲۔	گلزار وارث	بابا حسن رضا شاہ وارثی		کلکتہ
۱۳۔	انتخاب اردو	مرتبہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی	۱۹۷۱ء	بہار ٹیکسٹ بک کارپوریشن لمیٹڈ پٹنہ
۱۴۔	گلہائے ادب	محمد علی خان اور برہان احمد	۱۹۷۹ء	بہار ٹیکسٹ بک کارپوریشن لمیٹڈ پٹنہ
۱۵۔	مصحف بیدمؔ	مولانا بیدمؔ شاہ وارثی	۱۹۳۵ء	خورشید بک ڈپو لکھنؤ
۱۶۔	حدیث معرفت	عزیز وارثی بچھرایونی	۱۹۶۷ء	مکتبہ ندائے اتحاد، لال کنواں، دہلی

نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع
۱۷۔ سفینۂ وساحل	عزیز وارثی چھپرا یونی	۱۹۵۰ء	دہلی
۱۸۔ نقد و تجزیہ	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	۱۹۸۲ء	دی آرٹ پریس پٹنہ
۱۹۔ حسن انتخاب	مظہر علیم صاحب	۱۳۳۵ھ	لکھنؤ
۲۰۔ نظر گاہ	مولانا اختر موہانی وارثی	۱۹۹۱ء	صدیق بک ڈپو لکھنؤ
۲۱۔ ہما، اردو نمبر	مصطفیٰ صدیقی	۱۹۸۲ء	نئی دہلی
۲۲۔ ہما، شاعر انقلاب نمبر	مصطفیٰ صدیقی	۱۹۸۲ء	نئی دہلی
۲۳۔ رشحات الانس موسوم بہ لمعات القدس حصہ اوّل	اوگھٹ شاہ وارثی	۱۹۲۶ء	مطبع اصح المطابع، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ
۲۴۔ شہاب ثاقب موسوم بہ رد کفر	اوگھٹ شاہ وارثی	۱۹۵۰ء	فیض احمدی پریس، لکھنؤ
۲۵۔ ضیافت الاحباب، اسم تاریخی کلیات مکتوبات	اوگھٹ شاہ وارثی	۱۹۱۲ء	فیض احمدی پریس، لکھنؤ
۲۶۔ فیضان وارثی	اوگھٹ شاہ وارثی	۱۹۵۱ء	کوچہ آکیہ اسلام لاہور
		۱۹۶۰ء ۱۹۷۳ء ۱۹۹۱ء، کراچی	
۲۷۔ وارث گن پرکاش	اوگھٹ شاہ وارثی	۱۹۶۰ء ۱۹۷۳ء ۱۹۹۱ء، کراچی	
۲۸۔ سفرنامہ حجاز	غالب شاہ وارثی		پرنٹنگ پریس تھانہ کنڈورا میور
۲۹۔ رحیم رتناولی	میا شنکر یاگنک بی۔اے، ساہتیہ۔	۱۹۶۵ء	بارانا کاشی کبیر اسدن۔
۳۰۔ کبیر گرنتھاولی	شیام سندر داس بی۔اے	۱۹۷۷ء	ناگرک پرچارنی سبھا کاشی
۳۱۔ ہندی ساہتیہ کا اتہاس	اچاریہ رام چندر شکل	۱۹۷۳ء	ناگرک پرچارنی سبھا کاشی
۳۲۔ ہندی ادب کی تاریخ	محمد حسن	۱۹۸۰ء	ادارہ تصنیف ذی ماڈل ٹاؤن دہلی
۳۳۔ جذبات اکبر دانا پوری	درشاہ اکبر دانا پوری	۱۹۱۳ء	مطبع آگرہ

(ب) فہرست رسائل

نام رسالہ	بہ مقام	سنہ اشاعت
۱۔ آجکل	نئی دہلی	اپریل ۱۹۸۳ء

نام رسالہ	بہ مقام	سنہ اشاعت
۲۔ نیا دور (فراق نمبر)	لکھنؤ	مارچ تا مئی ۱۹۸۳ء
۳۔ اوارث	بمبئی	اپریل ۱۹۵۱ء
۴۔ معیار	پٹنہ	منگل تالاب پٹنہ
۵۔ فاران	کراچی	۱۹۵۲ء
۶۔ نگار (داغ نمبر)	لکھنؤ	۱۹۵۳ء

(ج) اخبارات

اخبارات		سن اشاعت
۱۔ اخلاص (پندرہ روزہ) وارث نمبر۔	دہلی بھیت	اکتوبر ۱۹۷۵ء
۲۔ ندائے اتحاد	لال کنواں دہلی	مارچ ۱۹۶۶ء
۳۔ ندائے اتحاد	لال کنواں دہلی	۱۵ فروری ۱۹۷۳ء
۴۔ صدائے حق، وارث پاک نمبر	مراد آباد	دسمبر ۱۹۸۰ء
۵۔ تھنڈر س آف اسلام	لاہور	مئی۔ جون ۱۹۵۵ء
۶۔ آدرش	گیا	۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء

☆☆☆☆

قطعات تاریخ، مطابق تقویم شمسی و تقویم قمری

بموقعہ رونمائی طبع اوّل، مقالۂ تحقیقی

زیر عنوان

"حضرت بدرالدین اوگھٹ شاہ وارثی، حیات اور کارنامے"

از نتیجہ ہائے فکر گہربار، شاعر نازک خیال و یگانۂ روزگار

جناب راغب مراد آبادی

نام نامی تھا ان کا بدرالدین
حق بیاں وارثی تھے اوگھٹ شاہ
ان سے منسوب کیوں نہ ہو یہ کتاب
"سایہ باں وارثی تھے اوگھٹ شاہ"

۱۹۹۹ء

مقصد زیست تھا رضائے الٰہ
فیض وارث سے تھے وہ حق آگاہ
سرخرو ہونگے پیش داور محشر
کہیے "عالی صفات اوگھٹ شاہ"

۱۴۲۰ھ

☆☆☆

Scanned with CamScanner